ماہنامہ

دختران اسلام

لاہور

اکتوبر 2017ء

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کی انفرادیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

سہ روزہ

دورہ علوم الحدیث

اخلاقِ حسنہ

دین اسلام کی روح ہیں

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

عورتوں کے حقوق

ابتدائے آفرینش سے نظام تعلیم میں

استاد کو مرکزی مقام حاصل ہے

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام دورہ قرآن کے کورسز

منہاج القرآن ویمن لیگ وائس کے زیر اہتمام عید الاضحیٰ پر بچوں میں تحائف کی تقسیم

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 24 شمارہ 10 محرم۔ صفر ۱۴۳۹ھ / اکتوبر 2017ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مجلس مشاورت
صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی
خرم نواز گنڈاپور
فرح ناز
احمد نواز انجم
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی

ایڈیٹوریل بورڈ
نوراللہ صدیقی
محمد فاروق رانا
عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

قلمی معاونین
ڈاکٹر شاہدہ نعمانی، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
رافعہ علی، عائشہ شبیر
راضیہ نوید

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

فہرس

اداریہ (احادیث کا ذخیرہ امت مسلمہ کے پاس ایک نعمت خداوندی ہے)		3
شہادتِ امام حسینؓ کی انفرادیت	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
اخلاقِ حسنہ دین کی روح ہیں (شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب)	محمد حسین آزاد	8
عورتوں کے حقوق۔ سیرت نبویؐ کی روشنی میں	نغمہ پروین	15
ابتدائے آفرینش سے نظام تعلیم میں استاد کو مرکزی مقام حاصل ہے	نازیہ عبدالستار	22
الفیوضات المحمدیہؐ		28
گلدستہ	نازیہ عبدالستار	29
منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		31

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ. يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ج اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ. وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ط اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ. وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ. (النحل، ۱۶ : ۴۹تا۵۳)

’’اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے جملہ جاندار اور فرشتے، اللہ (ہی) کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ (ذرا بھی) غرور وتکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے (اسے) بجا لاتے ہیں۔ اور اللہ نے فرمایا ہے: تم دو معبود مت بناؤ، بے شک وہی (اللہ) معبودِ یکتا ہے، اورتم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اسی کا ہے اور (سب کے لیے) اسی کی فرمانبرداری واجب ہے۔ تو کیا تم غیر از خدا (کسی) سے ڈرتے ہو۔ اورتمہیں جو نعمت بھی حاصل ہے سو وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے آگے گریہ و زاری کرتے ہو‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

پہنچے طیبہ میں ہم اور کیا چاہیے
ہو رہا ہے کرم اور کیا چاہیے

ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہم کو مل ہی گئے
ان کے نقش قدم اور کیا چاہیے

تو نے مانگا مدینہ سو وہ مل گیا
اے طلب اب تو تھم اور کیا چاہیے

اے نظر تیری محنت ٹھکانے لگی
اٹھ کے گنبد پہ جم اور کیا چاہیے

انؐ کی چشم کرم کی توجہ ہوئی
مٹ گئے سارے غم اور کیا چاہیے

نامِ احمدؐ سے دل کو قرار آگیا
اے مری چشمِ نم اور کیا چاہیے

انؐ کے ہم ہوگئے جگ ہمارا ہوا
فضل شاہؐ امم اور کیا چاہیے

انؐ کے منگتوں کو ملتا ہے خیرات میں
گلستانِ ارم اور کیا چاہیے

اس سے بڑھ کے نہیں بات نازش کوئی
نکلے طیبہ میں دم اور کیا چاہیے

(نازش قادری)

احادیث کا ذخیرہ امت مسلمہ کے پاس ایک نعمت خداوندی ہے

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے’’میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہ ہوگے، (وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔‘‘حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:’’اے لوگو! میں تم میں دو بڑی قیمتی چیزیں چھوڑ رہاہوں۔ (وہ) اللہ کی کتاب او رمیری سنت ہے، تم قرآن مجید کے مطالب میری سنت کے ذریعے سمجھو، اور قرآن فہمی میں تکلف نہ برتو (یعنی گھما پھرا کر اپنی مرضی کا مطلب نہ نکالو) (اگر تم نے قرآن وسنت کو تھام لیا تو) تمہاری نگاہیں (حق کو پہچاننے سے) قاصر نہیں رہیں گی، اور تمہارے قدم (راہِ حق سے) نہیں پھسلیں گے اور تمہارے ہاتھ (کارِ خیر کی انجام دہی میں) ہرگز کوتاہی نہیں کریں گے‘‘۔ان ارشادات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید اگرچہ کتاب ہدایت ہے لیکن سنت اور حدیث رسول ﷺ کے بغیر قرآنی ہدایات اور احکامات کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا بڑا دشوار بلکہ ناممکن ہے۔قرآن مجید میں دین کی اساسی تعلیمات اور کلیات بیان ہوئی ہیں، ان کی تفصیلات ہمیں احادیث مبارکہ میں اور اس کی عملی تشکیل سنت رسول ﷺ میں ملتی ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ محض پیغام رساں نہ تھے بلکہ آپ امت کے معلم و مربی بھی تھے اور احکامات الٰہی کی قولاً وعملاً توضیح وتشریح پر بھی آپ مامور من اللہ تھے۔آپ کا ہر ہر عمل قرآن مجید کے احکامات کی عملی تفسیر اور تشریح تھا۔جب بھی امت مسلمہ کے زوال کے اسباب جمع کیے جائیں گے تو ان میں سرفہرست جو المیہ ہمارے سامنے آئے گا وہ تعلیم وتحقیق میں تساہل ہوگا۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ جس سے تحقیق کو الگ کر دیا جائے اور وہ اپنا وجود فلاح اور بھلائی کے ساتھ قائم و دائم رکھ سکے، بعینہ علوم اسلامیہ میں تحقیق ناگزیر ہے۔رواں صدی علوم دینیہ میں تحقیق وتجدید کے تناظر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک قدر آور شخصیت کے طور پر نظر آتے ہیں جنہوں نے قرآن وسنت کے علوم پر تحقیق کے دروازے بند نہ ہونے دیئے اور ان کی تحقیق شرق وغرب تشنگان علم وعرفان کیلئے رہنمائی کا باعث ہے۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دورہ علوم الحدیث کے عنوان سے 8,7 اور 9 اکتوبر کو ایک عظیم الشان سہ روزہ علمی فکری نشستوں سے خطاب کررہے ہیں۔ان نشستوں میں شیوخ الحدیث ،علمائے کرام ،علوم اسلامیہ کے پروفیسرز اور جامعات کے طلبا و طالبات کو مدعو کیا جارہا ہے۔رجسٹریشن کی آخری تاریخ 4 اکتوبر مقرر کی گئی ہے۔آن لائن رجسٹریشن کی سہولت بھی دستیاب ہے۔بلا شبہ تشنگان علوم الحدیث کیلئے یہ ایک نادر و نایاب موقع ہے۔شیخ الاسلام ان نشستوں میں علم حدیث جیسے اہم ترین موضوع پر سیر حاصل گفتگو کریں گے، اس سہ روزہ دورہ علوم الحدیث کے اختتام پر شرکاء کو علوم الحدیث کی اسناد بھی دی جائیں گی۔علم حدیث میں پختگی ایمان کی پختگی ہے۔حدیث کی ایمانیات کے تناظر میں اہمیت اور ناگزیریت جاننے کیلئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب حجیت حدیث وسنت کا مطالعہ حدیث وسنت کے حوالے سے قلوب و اذہان کو فہم و ادراک کی نئی وسعتوں سے ہم آہنگ کرتی ہے۔علم الحدیث ایک کامل علم ہے جس کے مکمل ادارک کے بغیر قرآنی علوم کو سمجھنا ناممکن ہے۔حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں’’رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میری احادیث بیان کیا کرو جس نے مجھ پر جھوٹ و افتراء باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار رکھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ سے بہت ساری باتیں سنتے ہیں تو انہیں لکھ لیتے ہیں آپ نے فرمایا بے شک ہر بات لکھ لیا کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے‘‘۔ حدیث وسنت کے تناظر میں شہرہ آفاق حدیث مبارکہ ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ’’رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا اے لوگوں یقیناً میں تمہارے درمیان ایسی شے چھوڑے جارہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔مذکورہ احادیث مبارکہ سے علم الحدیث کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔اسی طرح کتاب اللہ میں فرمان خداوندی ہے **لَقَدْ کَانَ لَکُمْ**

فِـیْ رَسُـوْلِ اللهِ اُسْـوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔''فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔''(الاحزاب،۳۳:۲۱)سورۃ آل عمران کی آیت ۳۱ میں فرمایا:اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللهُ. ''اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری پیروی کروتب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنالے گا''۔اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:''تم بھی ویسے ہی نماز ادا کرو جیسے مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''معلوم ہوا کہ سنت رسول ﷺ قرآن مجید کے احکامات کی عملی تشریح کرتی ہے۔لہذا قرآن مجید کا صحیح فہم اور اس کے احکامات پر عمل کرنا سنت اور ارشادات رسول ﷺ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ قرآن مجید کے بعد رسول اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ اور ارشادات عالیہ شریعت اسلامیہ اور اسلامی قانون سازی کے بنیادی ماخذ ہیں۔اس پر قرآن مجید میں کئی آیات میں وضاحت سے فرمادیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو امت مسلمہ کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا۔لہٰذا فہم قرآن حضور ﷺ کی بارگاہ میں رجوع کیے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔قرآن فہمی کے لیے امت مسلمہ حضور ﷺ کی توضیحات وتشریحات کی محتاج ہے۔سنت رسول ﷺ قرآن مجید سے مل کر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قوانین اور ہدایات کی عملی تشکیل کرتی ہے۔اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں انہیں ایک دوسرے سے جدانہیں کیا جا سکتا۔حدیث نبوی ﷺ کی دینی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ کی جماعت سے لے کر آج تک اسلامی دنیا کے اعلیٰ ترین دماغ احادیث کی تعلیم و تدریس اور ترویج و اشاعت میں مصروف رہے۔قرونِ اولیٰ سے لیکر موجودہ صدی تک جمع و تدوین حدیث کا کام جاری ہے اور ہزاروں کتب کا بے مثال ذخیرہ موجود ہے۔دنیا کے ہر خطے میں اکابر قومیں اور نامور علماء خدمت حدیث پر مامور رہے۔مگر موجودہ صدی میں احادیث کی تخریج وتحقیق کو آسان فہم پیرائے میں عوام وخواص کی ضرورت کی تکمیل کے لئے پیش کرنے کی توفیق اور سعادت اللہ تعالیٰ نے مؤسس تحریکِ منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کے لئے مختص کر دی۔انہوں نے اِصلاحِ اَحوالِ اُمت کے لئے دین کے حقیقی سرچشموں سے اِکتسابِ فیض کیا اور تعلیماتِ قرآن وسنت کو عصری ضرورتوں کے سانچوں میں ڈھال کر نوجوانوں کی ذہنی سطح کے عین مطابق پیش کرنا شروع کیا۔آج زندگی نئے ادوار میں داخل ہوکر نئے تقاضوں کا سامنا کر رہی ہے۔ ہر دور کی طرح آج کی حشر سامانیوں کا مقابلہ بھی اہل علم و رجال دین کا فرض ہے۔آج جس طرح قرآن کی تشریحات، اطلاقات اور مفاہیم کی تعبیر نو وقت کا تقاضا ہے اسی طرح احادیث نبوی ﷺ جو اسلام کا دوسرا بڑا ماخذ اور ذریعہ عمل ہے اس کی حقانیت اور حجیت مسلّم کرنے کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔اور اس کی کئی بنیادی وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- پہلی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی قطعیت، آفاقیت اور حجیت امر ثابتہ ہے۔ اگرچہ مبغضینِ اسلام اس پر بھی اظہار تشکیک سے باز نہیں آتے لیکن قرآن کی حقانیت وصداقت پر اعتراض کرنے والوں کے مقابلے میں احادیث وسنت نبوی ﷺ کی حجیت واتباع پر انگلی اٹھانے والوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔
- احادیث نبویہ پر کام کرنے کی ضرورت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ نسل نو جدید علوم وافکار سے متاثر ہورہی ہے۔ان کے ذہنی افق پر جدید مادی اور الحادی افکار ونظریات کی چھاپ نمایاں ہورہی ہے جس کے مظاہر روزمرہ حالات و واقعات سے عیاں ہیں۔ ایسے میں ذہن جدید کی تسکین، اضطراب اور تشکیک کا علاج قرآن حکیم کے بعد حدیث نبوی ﷺ کی ترویج وتدریس سے ہی ممکن ہے۔
- احادیث کا ذخیرہ امت مسلمہ کے پاس ایک نعمت خداوندی ہے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ یہ علوم اور معارف کی ایک مستند تاریخ ہے جس سے قیامت تک ہر دور کا انسان حسب حال مستفیض ہوتا رہے گا۔درج بالا حقائق سے واضح ہوجاتا ہے کہ عصر حاضر میں خدمت حدیث کا کتنا وسیع سکوپ موجود ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جیسی دانا و بینا ہستی کی نظروں سے یہ میادین علم وفکر اوجھل نہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت بھی مرحمت فرمائی ہے کہ وہ محض علمی ذخیرے جمع نہیں کرتے بلکہ امت مسلمہ کا ایک قابل ذکر حصہ خصوصاً نئی نسل ان سے مانوس بھی ہے اور ان کے اشارہ ابرو پر جان بھی چھڑکتی ہے۔ ان کے مواعظ حسنہ اور علمی وتحقیقی نشریات سے ایک جہان مستفیض ہورہا ہے۔

چیف ایڈیٹر

شہادتِ اِمام حسین علیہ السلام کی اِنفرادیت

شہید کا شمار اللہ کے انعام یافتہ بندوں میں ہوتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

شہادت اللہ کی نعمتوں میں سے ایک گراں بہا نعمت ہے۔ جن خوش نصیب حضرات کو یہ نعمت میسر آتی ہے ان انعام یافتہ بندوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے: ''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیںo'' (النساء، ۴: ۶۹) مذکورہ آیہ کریمہ میں شہداء کو اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں میں شامل کیا گیا ہے اور شہداء کو صالحین پر فضیلت دی گئی ہے۔ شہادت بھی ایک کمال اور اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے بلکہ یہ تو ایسی نعمت ہے کہ اس کی حضور ﷺ کو بھی شدید آرزو تھی۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دل میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکل جاؤں اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں ہیں کہ سب کو ساتھ لے جاؤں تو میں ہر اس گروہ کے ساتھ نکلتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے جاتا ہے۔'' مگر وعدہ الٰہی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے سے مانع تھا جبکہ یہ بھی ضروری تھا کہ نبی کی دعا قبول ہو اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ شہادت کی خواہش پوری نہ ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواہش کو یوں پورا فرمایا کہ آپ کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ۔ جنہیں آپ اپنا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔ کو آپ ﷺ کے جوہر شہادت کے ظہور تام کے لئے منتخب فرمایا چنانچہ شہادت حسین سیرت النبی ﷺ کا باب بھی بن گئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت محض شہادت ہی نہیں تھی بلکہ سیرت النبی ﷺ کا ایک باب تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس شہادت کو اتنا چرچا اور شہرت ملے کہ اس کے مقابلے میں کسی اور شہادت کو وہ مقام حاصل نہ ہو سکا ہو۔ یہی وجہ یہ کہ دوسروں کی شہادت کی شہرت اور چرچا ان کے شہید ہونے کے بعد ہوتا ہے مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چرچا ان کے شہید ہونے سے پہلے ہو چکا تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کو اس جگہ کی مٹی عطا فرمائی جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پانا تھی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جو کہ حضور ﷺ کو اپنی سب ازواج میں سے زیادہ محبوب تھیں ان کو مٹی عطا نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی اور زوجہ مطہرہ کے سپرد فرمائی بلکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرمائی اور فرمایا کہ اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی نگاہِ نبوت سے دیکھ رہے تھے کہ میرے بیٹے کی شہادت کے وقت ازواج مطہرات میں سے صرف ام سلمہ ہی زندہ ہوں گی چنانچہ جب واقعہ کربلا ظہور پذیر ہوا

اس وقت صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی زندہ تھیں، حضور نبی اکرم ﷺ کی باقی تمام ازواج مطہرات وفات پا چکی تھیں۔محبوب خدا ﷺ نے نہ صرف یہ کہ اس جگہ کی نشاندہی فرمائی تھی جہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت فرمانا تھی بلکہ اس سن کی طرف اشارہ بھی فرما دیا تھا جس سن و سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہونے والی تھی۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت (حکومت) سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' حضور نبی اکرم ﷺ نے ساٹھ ہجری کے سال سے پناہ مانگنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ساٹھ ہجری میں میرے جگر کے ٹکڑوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جائیں گے اور انہیں بڑی بے دردی سے شہید کر دیا جائے گا۔ یہ صرف چند افراد کی ہلاکت نہیں ہو گی بلکہ اس سے پوری امت مسلمہ اس طرح ہلاکت کا شکار ہو گی کہ ہمیشہ کے لئے اس کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپس میں اس قسم کے اختلافات پیدا ہوں گے جو ہمیشہ امت کی تباہی و بربادی کا سبب بنتے رہیں گے۔مذکورہ حدیث پاک سے واضح ہوتا ہے کہ دین میں کمزور لوگوں کی حکومت و امارت ساٹھ ہجری سے شروع ہو گی اور یزید ساٹھ ہجری میں ہی تخت نشین ہوا تھا بلکہ یزید کے بارے میں تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ یہ پہلا شخص ہو گا جو عدل و انصاف کے نظام کو تباہ کرے گا۔حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہو گا جس کو یزید کہا جائے گا۔'' آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے نہ صرف یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، جائے شہادت اور سن شہادت کو پہلے سے بتلا دیا گیا تھا بلکہ اس بات کی بھی پہلے سے نشاندہی کی جا چکی تھی کہ میدان کربلا میں اہل بیت کرام کے خیمے کس کس جگہ نصب ہوں گے اور کس کس جگہ پر ان کا خون بہے گا۔الغرض شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر اتنی صریح شہادتیں اور واضح دلائل موجود ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی ہر خاص و عام میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا چرچا ہو چکا تھا۔ چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب میدان کربلا میں پہنچے تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو بارہا کہا کہ شہادت میرا مقدر ہو چکی ہے مجھ کو تو شہید ہونا ہے لیکن میں تم پر شہادت ٹھونسنا نہیں چاہتا۔تم میں سے جس کسی نے جانا ہے رات کے اندھیرے میں چلا جائے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا چونکہ آپ کو معلوم تھا کہ میری شہادت جوہرِ نبوی ﷺ کے ظہور تام کے لئے مقدر کر دی گئی ہے اس لئے آپ نے جان دینے سے خود کو بچانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ وہ کسی بھی لمحہ زندگی میں بارگاہ خداوندی میں اس انجام سے بچنے کی دعا کرتے نظر نہیں آتے۔ اگر آپ دعا کرتے تو ممکن تھا کہ کربلا میں پانسا پلٹ جاتا اور اہل بیت کے ایک ایک فرد کے شہید ہونے کی بجائے یزیدی لشکر تہس نہس ہو جاتا۔ دعا سے حالات تو بدل جاتے لیکن اس طرح جوہر شہادتِ نبوی ﷺ کا ظہور ممکن نہ ہوتا۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دس محرم الحرام کو بڑی شہرت، چرچے اور تحمل کے ساتھ رونما ہوئی۔تمام قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمانے کی جو جو صورتیں بیان کی ہیں مثلاً وطن سے نکال دیا جانا، پریشانیوں میں مبتلا کیا جانا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کا قربان کرنا وغیرہ وہ سارے کے سارے طریقے اور سب کی سب آزمائشیں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور معرکہ کربلا میں مجتمع نظر آتی ہیں۔شہادت امام حسین کو دوسری شہادتوں سے اس اعتبار سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ دوسری شہادتیں مشہود بالملائکہ ہوتی ہیں جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت مشہود بالنبی ﷺ ہے۔ دوسری شہادتوں میں صرف فرشتے حاضر ہوتے ہیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت شہید ہیں کہ ملائکہ تو ملائکہ خود تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے نواسے کی شہادت کے وقت موجود تھے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک سے روح کو قبض کیا گیا۔

حضرت امام حسین ﷛ کے کٹے ہوئے سر کا نیزے پر چڑھ کر بول پڑنا شہداء کے زندہ ہونے کی واضح اور نا قابل تردید دلیل ہے۔ حضرت منہال بن عمرو ﷛ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! جب حضرت امام حسین ﷛ کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے گلیوں اور بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا، میں نے بچشم خود دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اصحاب کہف ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو قوت گویائی عطا کی اور اس نے بزبانِ فصیح کہا: اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔ شہادت امام حسین ﷛ کا دوسری شہادتوں سے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ دوسری شہادتیں تو وقوع پذیر ہونے کے بعد لکھی اور درج یا بیان کی جاتیں ہیں مگر شہادت امام حسین ﷛ ایسی شہادت ہے کہ جس کا ذکر شہادت سے پچاس برس پہلے ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے کر دیا تھا پھر یہ کہ دوسری شہادتوں کے راوی عام لوگ ہوتے ہیں مگر اس شہادت کے راوی خود آقائے دوجہاں ﷺ ازدواج مطہرات اور صحابہ کرام ہیں اوروں کی شہادتیں عظیم سہی مگر ان کی شہادتوں اور حضرت امام حسین ﷛ کی شہادت میں فرق یہ ہے کہ دوسرے جب میدان شہادت کی طرف جاتے ہیں تو اگرچہ ان کا شہید ہونے کا عزم اور ارادہ ہوتا ہے مگر کسی کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ واقعی اس کو شہادت نصیب ہوگی یا وہ غازی بن کر لوٹے گا جبکہ امام عالی مقام ﷛ صحابہ کرام اجمعین کی طرف سے روکنے کے باوجود کشاں کشاں میدان کربلا کی طرف بڑھ رہے تھے تو یقیناً آپ اپنی شہادت کے انجام سے باخبر تھے۔ آپ جانتے تھے کہ کربلا کے ریگزاروں میں شہادت میرا انتظار کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ہر ہر منزل پر رک رک کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں کسی اقتدار کے حصول کے لئے نہیں جا رہا۔ اس سفر کا انجام دردناک ہوسکتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کھلے دل سے اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جی چاہے چلا جائے۔ میں اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ ناراض نہیں ہوں گا۔ اگر کسی کو دن کے اجالے میں چھوڑ کر جانے میں جھجک ہے تو رات کے اندھیرے میں چلا جائے مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن ہر ایک نے امام عالی مقام ﷛ سے کہا: ''آج اس عالم غربت وسفر میں آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تو کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں کیا منہ دکھائیں گے۔'' تاریخ اسلام میں اور بھی بہت سی شہادتیں ہوئی ہیں اور ہر شہادت کی اہمیت اور افادیت مسلّم ہے مگر شہادت حسین ﷛ کی دوسری شہادتوں کے مقابلے میں اہمیت اور اطراف واکناف عالم میں اس کی شہرت دوسری سب شہادتوں سے بڑھ کر اس لئے بھی ہے کہ اس میں شہید ہونے والوں کی حضور نبی اکرم ﷺ سے خاص نسبتیں ہیں پھر یہ کہ یہ داستان شہادت گلشن نبوت ﷺ کے اسی ایک پھول پر مشتمل نہیں بلکہ یہ سارے کے سارے گلشن کی قربانی ہے۔ باقی واقعات شہادت ایک، دو، تین یا چار نفوس کی شہادت پر مشتمل ہیں مگر واقعہ کربلا گلشن نبوت ﷺ کے بیسیوں پھولوں کے مسلے جانے کی داستان ہے لہٰذا تاریخ کے کسی بھی دور میں امت مسلمہ واقعہ کربلا، اس کی تفصیلات اور اس کی اہمیت کو فراموش نہیں کرسکتی مگر اس کے باوجود بعض لوگ نادانی کے باعث یا اہل بیت اطہار کی محبت سے محرومی اور اپنی بدبختی کے باعث جو کہ بغض اہل بیت کی شکل میں ان کے اندر جاگزیں ہے، واقعہ کربلا کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں اور وہ معاذ اللہ اس واقعہ کو دو شہزادوں کے اقتدار کی جنگ قرار دیتے ہیں، واقعہ کربلا کو اقتدار کی جنگ قرار دینا بہت بڑا ظلم اور، منافقت کی براہ راست حمایت ہے، حق سے عمداً اعراض اور اسلام کی تاریخ مسخ کردینے کے مترادف ہے کیوں کہ:

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

☆☆☆☆☆

اخلاق حسنہ
دین کی روح

بے شک آپ ﷺ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں

جسم فرشی، روح عرشی ہو جائے تو اس کو حسن خلق کہتے ہیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ترتیب وتدوین: صاحبزادہ محمد حسین آزاد معاونت: محمد خلیق عامر

تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام جامع المنہاج بغداد ٹاؤن لاہور میں امسال شہر اعتکاف 2017ء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اخلاق حسنہ کی اہمیت وضرورت پر سلسلہ وار خطابات فرمائے۔ جن کی نہایت اہمیت کے پیش نظر قارئین کے استفادہ کے لئے ایڈیٹنگ کے بعد انہیں بالاقساط شائع کیا جا رہا ہے۔ جو قارئین زیرنظر خطاب سننا چاہیں وہ خطاب نمبر FM.57 ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ منجانب ادارہ دختران اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اتنے خصائلِ حمیدہ، فضائل، صلاحیتیں، عظمتیں، سعادتیں اور رفعتیں عطا کی ہیں جن کا کوئی شخص آج تک نہ شمار کرسکتا ہے نہ ہمارے بعد کی نسلوں میں بھی کوئی شمار اور احاطہ کر سکے گا۔

اللہ رب العزت نے فضائل اور اعلیٰ صفات میں آقا علیہ السلام کی شان کو لامحدود بنایا ہے اور ان کا ذکر بھی قرآن میں حسبِ موقع جابجا کیا ہے۔ چونکہ اللہ رب العزت نے آقا علیہ السلام کو اپنے دستِ قدرت، اپنے دستِ فیض اور اپنے دستِ عطا سے بنایا اور سنوارا ہے اس لیے کسی ایک صفت کا ذکر کر کے نہیں فرمایا کہ آپ اس وصف اور اس خوبی میں عظیم ہیں۔ سوائے ایک وصف کے اور وہ آقا ﷺ کے اخلاق حسنہ ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ○ (القلم، ۶۸ : ۴)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)''۔

جب کسی آیت کریمہ یا حدیث پاک کا ذکر ہو تو اس کی تفصیل وتشریح کے کئی پہلو ہوتے ہیں اُس میں نحوی پہلو بھی ہوتا ہے اور بلاغی پہلو بھی ہوتا ہے۔ یہاں اختصار سے بتانا چاہتا ہوں کہ اس آیت کریمہ کے چھوٹے سے جملے میں تاکیدیں ہیں۔ ایک فرمایا: اِنَّکَ. اِنَّ تاکید کے لیے وارد ہوا ہے۔ پھر فرمایا: لَعَلٰی یعنی پر حرف لام پھر تاکید کے لیے آیا ہے اور اس سے قبل شروع میں فرمایا: وَاِنَّکَ یعنی واؤ عاطفہ لگایا۔ (یہ ایک الگ قرآن مجید کے بلاغت کی شان کی بحث ہے مگر میں صرف ایک ایک سادہ نکتہ سمجھا رہا ہوں)۔

جب واؤ عاطفہ بطور خاص لگائی جائے تو یہ بھی ایک تاکید ہے۔ کیسے؟ کہ واؤ عاطفہ لگا کے پچھلے کلام سے فصل قائم کیا جاتا ہے، کہ پچھلی بات ختم ہوئی اب اگلی بات نئی ہے دھیان سے سنو (اور کے ساتھ) ''اور بے شک آپ بڑے عظیم اخلاق پر فائز

ہیں''۔لہذا واوٗ عاطفہ میں معنوی تاکید ہے، کہ دھیان سے سنو۔ سامع کو متوجہ کرنے کا ایک اسلوب ہے۔ یہ جو لوگ علم المعانی، علم البیان، علم البدیع یعنی علم البلاغت کا درک رکھتے ہوں انہیں یہ نقطہ آسانی سے سمجھ آ جائے گا۔ یہ بلاغت کا نکتہ ہے۔ ایک تاکید ہوگئی واوٗ کے ساتھ ایک تاکید ہوئی اِنَّ کے ساتھ ایک تاکید ہوئی لَعَلٰی حرف لام کے ساتھ۔ یہ تاکیدات دے کر پھر فرمایا: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کہ بے شک آپ خلقِ عظیم کے درجے پر فائز ہیں۔ پھر چوتھی تاکید یہ آئی کہ خلق کے ساتھ عظیم کہا۔ جو میں نے کہا کہ قرآن مجید میں کسی اور وصف کو بطور خاص عظیم کے ساتھ موصوف نہیں کیا۔ اس سے پتہ چلا کہ سارے اوصاف انسان کے ایک طرف اُن سارے اوصاف کا جو وصف احاطہ کرتا ہے اور اُس کے اندر سارے وصف آ جاتے ہیں وہ خلق ہے۔ خلق حسن یا اخلاق حسنہ۔ سارے اوصاف اسی کے مختلف مراتب ہیں۔

بیان اخلاق کی اہمیت وضرورت

اللہ رب ہے، خالق ہے، بنانے والا ہے، اور وہ رب ہو کر، خالق ہو کر، سب کچھ دے کر جب اپنی زبان سے فرمائے گا کہ میرے محبوب! آپ کے اخلاق عظیم ہیں، آپ سوچئے کہ رب عظیم جب اپنی مخلوق میں اپنے نبی کے وصف کو عظیم کہے تو اُس عظیم کی عظمت کا عالم کیا ہوگا؟ دیکھئے میں کسی کو عظیم کہوں تو وہ کہنا اور ہے۔ میں خود اتنا عظیم نہیں ہوں تو مجھے جو چیز بڑی اونچی نظر آئے گی میں عظیم کہوں گا چونکہ اُس عظیم سے اوپر تو میرا مرتبہ نہیں ہے۔ آپ کسی شے کو عظیم کہیں تو آپ اپنے درجے رتبے کے مطابق اعتراف کریں گے کہ یہ بڑا عظیم ہے۔

مثلاً ایک عمارت بڑی اونچی ہے اگر آپ اُس سے بھی زیادہ اونچا کھڑے ہوں گے اور اونچائی سے کھڑے ہو کر دیکھیں گے تو آپ کے منہ سے یہ جملہ کبھی نہیں نکلے گا کہ واہ واہ دیکھو کتنا اونچا مینار یا عمارت ہے۔ چونکہ اگر آپ خود اُس سے اونچے ہیں تو ہر اونچی چیز آپ کو پست نظر آئے گی۔ یہ بڑا Important نقطہ ہے۔ بہت اونچائی کا اندازہ کون کرتا ہے؟ جو خود اُس اونچی چیز کے مقابلے میں پستی پر ہو۔ جو نیچے ہوگا تو اسے کوئی چیز اونچی دکھائی دے گی۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ جیسے اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ط (الانشراح، ۹۴: ۴)

''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا''۔

یہ مطلق بلندی کا ذکر کیا۔ اِس کا مطلب ہے کہ میرے محبوب آپ کے ذکر اور آپ کی شان کو ہر بلند سے بلند کر دیا۔ یہی شان اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے خلق کو عظیم کہہ کر فرمائی۔

میں نے مثالوں سے یہ بات آپ کو سمجھائی کہ ہم اگر کسی کے اخلاق کو عظیم کہیں تو اُس کا معنیٰ اور ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہم سے بہت اونچے ہیں تو ہم عظیم ہی کہیں گے۔ لیکن رب ہو کر جو خود عظمتوں کا خالق ہے، جس نے ہر عظیم کو عظیم بنایا ہے، جس نے ہر پست کو عظیم کیا ہے، جس نے ہر ناقص کو کامل کیا ہے، جو خود رب عظیم وہ جب اپنی مخلوق کے کسی ایک وصف کو کہے محبوب! واہ واہ تیرا اخلاق کتنا عظیم ہے۔ رب عظیم جب کہے میرے محبوب! وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ تو عرفِ عام میں اس کے مفہوم میں یہ صدا سنائی دیتی ہے محبوب! واہ واہ واہ تیرا خلق کتنا عظیم ہے، محبوب تیری طبیعت کتنی شاندار ہے، محبوب آپ کا مزاج کتنا عالی ہے، محبوب آپ کا برتاؤ کتنا بے مثال ہے۔ ان تاکیدات کا یہ معنیٰ بنتا ہے اور عظیم رب جب محبوب کے ایک وصف کو عظیم کہے اندازہ

کریں کہ وہ عظیم کیسا عظیم ہوگا اور اُس کی عظمت کا حال کیا ہوگا؟ یہ تو ایک پہلو سے اس آیت کریمہ کی ایک تفسیر ہے۔

اس سے یہ چیز معلوم ہو جانی چاہیے کہ انسان میں بڑے وصف ہوتے ہیں۔ انسان میں حسن بھی ہوتا ہے۔ اُس کا جسمانی توازن بھی ہوتا ہے۔ اُس کا رنگ روپ بھی ہوتا ہے۔ انسان میں علم بھی ہوتا ہے، اُس کے اعمال بھی ہوتے ہیں۔ اُس کی جسمانی قوت اور طاقت بھی ہوتی ہے، اُس کا قد اور قامت بھی ہوتی ہے، اُس کا لباس بھی ہوتا ہے، اُس کی آواز، لحن اور لہجہ بھی ہوتا ہے۔ بڑی خوبیاں ہوتی ہیں ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن ساری خوبیوں میں حضور ﷺ کے خلق کی خوبی کو چنا ہے اور چن کر اسے عظیم فرمایا ہے۔ حالانکہ رحمت کو دیکھیں تو فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَo (الأنبياء، ۲۱: ۱۰۷)

''اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر''۔

اسی طرح قرآن میں حضور ﷺ کے علم، معرفت، تقویٰ و پرہیزگاری، عزم و حوصلے، صبر، توکل، یقین، صدق و اخلاص اور دیگر اوصاف جمیلہ کا ذکر ہے۔ مگر اُن میں سے ایک وصف ''اخلاق'' کو چن کر اُس کو focus کر کے فرمایا: محبوب! آپ کے سارے اوصاف بے مثال ہیں مگر آپ کا خلق کیا عظیم ہے۔ اتنی گفتگو کا مقصود یہ ہے تاکہ آپ اس نقطے کو سمجھیں کہ دین میں اور سنت نبوی ﷺ میں اخلاق کی اہمیت کیا ہے؟ اور آج ہم اسی کو اپنی زندگی میں نظرانداز کر چکے ہیں۔

خُلق کا معنیٰ ومفہوم

اب اس کا معنیٰ سمجھا دیتا ہوں۔ دو چیزیں ہیں ایک لفظ ہے خَلْقٌ اور ایک ہے خُلُقٌ. سادہ لفظوں میں انسانی شخصیت کے اعتبار سے خَلْقٌ ظاہر ہے اور خُلُقٌ اس کا باطن ہے۔ آقا ﷺ اپنی خَلْقٌ میں بھی اور اپنے خُلُقٌ میں بھی بے مثال ہیں۔ خَلْقٌ ظاہر کا نام ہے اور خُـلُـقٌ باطن کا نام ہے۔ جیسے قرآن مجید میں سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۲۰ میں ایک مقام پہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَاَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً. (لقمان، ۳۱: ۲۰) ''اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں''۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ظاہری نعمتوں کا بھی رنگ چڑھا دیا ہے اور باطنی نعمتوں سے بھی فیض یاب اور سیراب کر دیا ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ خود اللہ رب العزت نے انسانی شخصیت کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ میں انسانی شخصیتوں پر ظاہری نعمتوں کا رنگ بھی چڑھاتا ہوں اور باطنی نعمتوں کا رنگ بھی چڑھاتا ہوں اور باطنی نعمت میں سب سے اعلیٰ چیز خُـلُـقٌ ہے۔ اُس خُـلُـقٌ کا معنیٰ ایک اور لفظ میں بھی بیان ہوتا ہے اور اُس کا نام ہے ادب۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ادب سے مراد یہ ہے جو چھوٹے بچے بڑوں کا ادب کرتے ہیں، اولاد والدین کا ادب کرتی ہے، شاگرد اساتذہ کا ادب کرتے ہیں، عام لوگ بزرگوں کا ادب کرتے ہیں، ہم ادب کے معنیٰ ومفہوم کو تنگ کر کے صرف یہاں تک سمجھتے ہیں۔ ہم نے ادب کو محدود کر دیا ہوا ہے۔ یہ غلط ہے۔ ادب ایک بڑا وسیع معنیٰ رکھتا ہے۔ یہ ادب جو ہم سمجھتے ہیں اُس میں سے ایک جز ہے۔ ادب کہتے ہیں حسن سیرت کو۔ کسی کے ساتھ بھی برتاؤ کا حسن، برتاؤ کی عمدگی، اچھا معاملہ (INTERACTION) اُس معاملہ کے حسن کو ادب کہتے ہیں۔ یہ ادب بندے کا اللہ کے ساتھ بھی ہے جس کو اہل اصطلاح، اہل حقیقت اور اہل معرفت یوں کہیں گے کہ اس کا ادب اللہ کے ساتھ کیسا ہے؟ اس کا ادب رسول کے ساتھ کیسا ہے؟ اس کا ادب صحابہ، اہل بیت، اخیار، اولیاء، صالحین کے ساتھ کیسا ہے؟ اس کا ادب اپنے والدین، مشائخ، بزرگوں کے ساتھ کیسا ہے؟ اس کا ادب اپنی اولاد کے ساتھ کیسا ہے؟ اس کا ادب اپنے دوستوں، احباب اور colleques کے ساتھ کیسا

ہے؟ اس کا ادب جانوروں کے ساتھ کیسا ہے؟ اس کا ادب کافروں اور دشمنوں کے ساتھ کیسا ہے؟ اس کا ادب نیکوں، گناہگاروں اور بدکاروں کے ساتھ کیسا ہے؟ الغرض ہر ایک فرد کے ساتھ برتاؤ کی نوعیت کو جاننا کہ اچھا ہے یا برا اس کو ادب کہتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ادب اور خُلق ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ میں آپ کے تصورات کو تبدیل کر رہا ہوں۔ بعض اوقات وہ تصورات رسم و رواج، معاشرے اور معمولات کی پیداوار ہوتے ہیں اور حقیقت کے برعکس ہوتے ہیں۔ اب قرآن مجید نے جو بیان کیا خُلق یا ادب کے بارے میں اُس کے معنیٰ اور حقیقت کو سمجھانا چاہتا ہوں۔

انسان کی جب تخلیق ہوئی تو اُس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے اُس تخلیق میں ظاہری اور باطنی پہلو کا ذکر کیا۔ ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. (الحجر، ۱۵ : ۲۸)

’’جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں سِن رسیدہ (اور) سیاہ بودار، بجنے والے گارے سے ایک بشری پیکر پیدا کرنے والا ہوں‘‘۔

یعنی اللہ رب العزت نے جب آدم ﷺ کی تخلیق فرمائی تو اپنے فرشتوں سے فرمایا میں ایک بشری پیکر بنا رہا ہوں۔ یعنی انسان بنا رہا ہوں، انسان کا ایک بشری پیکر بنا رہا ہوں۔ وہ چیکتی بجتی مٹی سے اور سیاہ بودار گارے سے جو عرصہ دراز کے ساتھ گل سڑ گیا ہے اور سیاہ ہوگیا ہے اور بودار ہے اس سے ایک پیکر بنا رہا ہوں تا کہ اس سے انسان وجود میں آئے۔ پھر فرمایا:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَo (الحجر، ۱۵ : ۲۹)

’’پھر جب میں اس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور پر درست حالت میں لا چکوں اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا‘‘۔

اب یہاں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ پہلے میں اُس کی خَلق کو خوبصورت کروں گا یعنی اُس کی ظاہری ہیئت، ظاہری شکل و صورت اور اُس کے جسمانی توازن کو درست کروں گا۔ یاد رکھ لیں جب توازن پیدا ہو جائے تو توازن کا نام ہی خوبصورتی ہے۔ خوبصورتی ایسی چیز ہے کہ آپ انگلی رکھ کر اسے متعین نہیں کر سکتے۔ خوبصورتی ایک ہمہ گیر جامع توازن کو کہتے ہیں۔ انسانی چہرہ ہے اس میں دونوں آنکھوں کا سائز کیا ہے، دونوں کتنی موٹی ہیں، دونوں کی شکل کیا ہے، دونوں کے ابرو کیسے ہیں، اُن کے ساتھ درمیان میں ناک کی اونچائی کتنی ہے، اُس کی موٹائی کتنی ہے، اُس کے ساتھ رخسار کیسے ہیں، پیشانی میں درمیان ابرو میں فاصلہ کیسا ہے، ماتھا کتنا چوڑا ہے، رخسار اور ناک کے درمیان کیا توازن ہے، پھر لب کیسے ہیں، لب موٹے ہیں پتلے ہیں، پھر یہ نیچے جبڑے کیسے ہیں، پورے چہرے کا پورا جو توازن ہے کیسا ہے، اُس کا رنگ کیسا ہے؟

جب ایک ایک چیز کو دیکھ کر توازن بناتے چلے جاتے ہیں تو جہاں ہر شے کامل توازن کے ساتھ مکمل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کیا خوبصورت چہرہ ہے۔ اُس کے کندھے، اُس کی چوڑائی، اُس کی گردن، اُس کا سینہ، اُس کا قد، اُس کے بازو، اُس کا پیٹ، اُس کی ٹانگیں ہر چیز کو جب متوازن دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کیا حسین اور خوبصورت سراپا ہے؟ عمارت کی ہر چیز کو توازن کے ساتھ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں بڑی خوبصورت عمارت ہے۔ ایک چیز کو اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹا دیں تو خوبصورتی گئی۔ اب ہٹائی تو ایک ہی چیز باقی ہر چیز قائم ہے مگر خوبصورتی نہیں رہی۔ چونکہ ایک چیز کے ہٹ جانے سے وہ جو جامع اور مکمل توازن تھا وہ بگڑ گیا۔ اُس سے خوبصورتی جاتی رہی۔

جس طرح انسانی جسم اور انسانی چہرے میں ایک توازن ہے اور اُس سے خوبصورتی بنتی ہے اسی طرح انسان کے مزاج

اور اس کی طبیعت میں ایک توازن ہے، انسان کی خصلتوں، عادتوں اور برتاؤ میں توازن ہے۔ اگر ہر پہلو انسان کے برتاؤ کا متوازن ہو جائے تو اُس کے اخلاق کو خوبصورت کہیں گے۔

اب اللہ رب العزت نے جب بشری پیکر بنانے کی بات کی تو فرمایا: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ.

''پھر جب میں اس کی (ظاہری) تشکیل کو کامل طور پر درست حالت میں لا چکوں''۔

یعنی ہر چیز کو ٹھیک اپنی اپنی جگہ پہ رکھ لوں اور ہر چیز متوازن ہو جائے تو اُس کی خَلق سنور گئی۔ اُس پیکرِ انسانی کا ظاہر سنور گیا پھر کیا کروں گا؟ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ.

''اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دوں''۔ یعنی جب تَسْوِيَةُ الْخَلْق ہو جائے گا تو پھر تَسْوِيَةُ الْخُلُقْ کروں گا اور اس کے باطن اور اُس کے اخلاق کو عمدہ بناؤں گا اور سنواروں گا پھر:

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَo (الحجر، ۱۵ : ۲۹) ''تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا''۔

یہاں ایک اور چیز کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں تمام لوگوں کو بات آسانی سے سمجھ آ جائے گی۔ آپ دیکھئے دو لفظ ہیں پہلے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کو عمدہ بنانے کے لیے فرمایا: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ۔ (جب میں اس کو متوازن بنا دوں) یعنی اپنا فعل بیان کیا کہ میں اُس کو متوازن بناؤں گا تو فعل کی نسبت اپنی طرف کی اور جب بات آئی اُس کے باطن اور اخلاق کو سنوارنے کی تو اُس میں ایک الگ لفظ استعمال کیا۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ. ''پھر اُس کے اندر میں اپنی روح پھونکوں گا''۔

یعنی اُس کے باطن کو سنوانے کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے فعل کے فیض پر اضافۃً اپنی روح کا فیض عطا کیا جیسے اُس کی شان کے لائق ہے کہ اُس کے اندر میں اپنی روح پھونکوں گا۔ اُس روح سے مراد کیا ہے اور وہ کیسے پھونکی اور اپنی روح اُس میں کیسے ڈالی؟ یہ اللہ کی شان ہے اور اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ مگر انسان کے باطن اور خُلُق کو سنوارنے کے لیے اللہ رب العزت نے اپنی روح کے ساتھ جوڑا اور سَوَّيْتُهٗ کے ساتھ اس ظاہر کو سنوارنے کے لیے اپنے ہاتھوں کے ساتھ جوڑا۔ باطن میں اللہ رب العزت نے اپنی روح پھونکی یعنی اپنا الوہیت کا فیض بھیجا، اپنا چراغ روشن کیا، اپنا نور ڈالا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ انسان کے اندر جو روح ہے وہ عالم اجساد کی اس دنیا کی شے نہیں ہے روح عالم بالا کی ہے۔

روح مالائے اعلیٰ سے آئی ہے۔ وہ اس دنیا کی شے نہیں۔ اس لیے روح کی خصلتیں وہ ہیں جو مالائے اعلیٰ کی خصلتیں ہیں۔ جسم کی خصلتیں وہ ہیں جو اس مادی ارضی دنیا کی خصلتیں ہیں۔ انسان زمین اور آسمان دو چیزوں کی خصلتوں کا مرکب بن گیا ہے۔ انسان میں زمین بھی ہے اور آسمان بھی ہے۔ اُس کا جسم، زمین کا آئینہ دار ہے اور اُس کی روح اُس کا باطن آسمان اور ملکوت وسماوات، عالم بالا اور مالائے اعلیٰ کا نمائندہ اور مظہر ہے۔ معلوم ہوا بندے میں گھٹیا خصلتیں بھی ہیں اور اعلیٰ خصلتیں بھی ہیں۔ یہ دو خصلتیں ہیں۔ اب روح اس جسم کے پنجرے میں آ کر بند ہوگئی اوپر جسم غالب آ گیا ہے۔

اب حسنِ خُلُق کیا ہے جس کو عظیم کہا؟ جسم مادی ہے، ارضی ہے، دنیوی ہے، گھٹیا چیزوں سے بنا ہوا ہے اور اس کی پیدائش بھی ایک نطفہ سے ہوتی ہے اور اگر وہ نطفہ آپ کے کپڑوں پر لگ جائے تو نماز بھی نہیں ہوتی۔ آپ کو کپڑے پاک کرنے پڑتے ہیں۔ تو پیدائش بھی جس پانی کے قطرے سے ہے وہ بھی ناپاک ہے۔ جسم میں اس طرح کی خصلتیں آتی ہیں چونکہ قطرہ بھی ناپاک ہے جس سے جسم کی نشو ونما ہوئی ہے۔ پھر ماں کے رحم میں جب جسم بنتا اور پلتا ہے وہ ماں کے خون سے پلتا ہے۔ خون بھی

ناپاک ہے اُس کا پینا بھی حرام ہے۔ تو جس شے کا پینا اور کھانا حرام ہے اُس سے یہ جسم بنا ہے۔ آپ توجہ کریں جسم کی خصلتوں پر کہ خصلتیں کیا کیا ہوں گی اور جس نطفے سے انسانی جسم کی تشکیل ہوئی ہے وہ بھی it self پلید ہے۔ اُس کے خروج سے غسل بھی واجب ہو جاتا ہے اور کپڑے کا دھونا بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اے انسان! کبھی نہ بھول جب انسان اکڑتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِo الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَo (الانفطار، ۸۲: ۶.۷)

''اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیاo جس نے (رحم مادر کے اندر ایک نطفہ میں سے) تجھے پیدا کیا، پھر اس نے تجھے (اعضاء سازی کے لیے ابتداءً) درست اور سیدھا کیا، پھر وہ تیری ساخت میں متناسب تبدیلی لایا''۔

کس چیز نے تجھے اکڑنا سکھا دیا؟ تجھے معلوم نہیں کہ چھوٹے سے پلید نطفے سے تیرے وجود کی تشکیل ہوئی ہے۔ جسم اس طرح تشکیل پذیر ہوا ہے اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس ارضی دنیا میں اور جسم کی زمینی دنیا میں آسمان رکھ دیا ہے روح کی شکل میں۔ اللہ نے زمینی دنیا اور عالم اسفل کے اندر مالائے اعلیٰ رکھ دیا ہے اور ادنیٰ کے اندر اعلیٰ کو رکھ دیا ہے۔ اندھیرے کے اندر نور کو رکھ دیا ہے۔ گھٹیا کے اندر اعلیٰ چیز کو ڈال دیا ہے۔ اس لیے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍo ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَo (التین، ۹۵: ۴.۵)

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہےo پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا''۔

اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ کو جوڑ دیا ہے۔ اب یہ جو جوڑ ہو گیا ہے اعلیٰ اور ادنیٰ کا، عمدہ اور گھٹیا کا، پاک اور پلید کا اس جوڑ میں وہ پلیدی کی خصلتیں بھی آئیں گی اور اُن خصلتوں میں سے ہے غصہ کرنا، حرص، طمع اور لالچ کرنا۔ بخیلی اور کنجوسی کرنا، لوگوں کی حق تلفی کرنا، لوٹ مار کرنا۔ غیبت چغلی کرنا۔ تکبر کرنا، رعونت کرنا۔ دوسروں کو حقیر، گھٹیا اور کمینہ جاننا۔ دوسروں کو گالیاں دینا، برے بھلے لفظ بولنا۔ دوسرے کے ساتھ Rude طریقے سے پیش آنا۔ چکر بازی کرنا، عیاری کرنا، مکاری کرنا، تیزی طراری کرنا، خیانت کرنا، بد دیانتی کرنا، وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا، قتل کرنا، جھگڑا فساد کرنا۔ شہوتوں کی طرف جانا، مال و دولت کا حریص ہونا۔ عہدہ و منصب کے پیچھے حریص ہونا یہ ساری خصلتیں انسان میں جمع ہوگئی اور ان ساری خصلتوں کی آماجگاہ جہاں پر یہ خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں اور جو ان ساری خصلتوں کا نمائندہ ہے اُس نمائندہ کا نام ہے نفس۔ اور ان برائیوں کی وجہ سے اُس کو نفسِ امّارہ کہتے ہیں۔ اور دوسری طرف فرمایا: وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ. جب جسم میں روح آ گئی تو وہ اپنی خصلتیں لے کر آئی۔ روح کہاں سے آئی؟ روح اُس دنیا سے آئی ہے جہاں نہ جھوٹ تھا، نہ غیبت تھی، نہ چغلی تھی۔ نہ تکبر تھا، نہ بے ایمانی تھی، نہ عیاری تھی، نہ مکاری تھی، نہ حرام خوری تھی، نہ مار پیٹ تھی، نہ قتل و غارت گری تھی۔ روح اُس جہان سے آئی تھی جس جہان میں یہ بری خصلتیں ہوتی ہی نہیں ہیں۔ کہاں سے آئی تھی؟ عالم ملکوت اور ملائکہ کی دنیا سے آئی تھی۔ یہاں پر قرآن مجید کا ایک حوالہ اور دے دوں تا کہ بات اچھی طرح مزید واضح ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آدم ﷺ کی تخلیق کا وقت آیا اور اللہ رب العزت نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں اپنا خلیفہ اور نائب بنانے لگا ہوں اور اُن کو اللہ رب العزت نے پہلے بتا دیا تھا کہ ان چیزوں سے اُس کا جسمانی پیکر بنا رہا ہوں۔ یہ فرشتوں کو معلوم تھا۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً۔ (البقرۃ، ۲: ۳۰) ''میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں''۔

فرشتے بول اٹھے، کیوں بول اٹھے؟ اس لئے کہ وہ اُس جہان سے تھے جس جہان میں یہ گھٹیا خصلتیں نہیں تھیں۔ اب انہوں نے جب دیکھا کہ ان چیزوں سے یہ جسم بن رہا ہے وہ سمجھ گئے کہ ان چیزوں کے ساتھ تو یہ خصلتیں بھی آئیں گی، اس لئے عرض کیا باری تعالیٰ! کیا ایسے شخص کو تو اپنا خلیفہ اور نائب بنائے گا؟ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اپنی الجھن کو دور کرنے، اطمینان حاصل کرنے اور شرح صدر کے لیے سوال کیا کہ باری تعالیٰ! ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو جھگڑا کرے گا، قتل وغارت کرے گا، خون بہائے گا، فساد انگیزی کرے گا۔ اب یہ جو ساری چیزیں فرشتوں نے بیان کیں کیا اُس وقت سے پہلے زمین پر کوئی انسان ہوا تھا؟ یہ تو سب سے پہلے انسان کو پیدا کیا جا رہا تھا۔ پھر فرشتوں نے کب دیکھ لیا تھا کہ انسان ایسا کرتا ہے یا ایسا کرے گا؟ گویا فرشوں نے اجزائے ترکیبی کے ذریعے جان لیا تھا جس سے انسان کا جسم بن رہا تھا۔ وہ سمجھ گئے جن چیزوں سے جسم بن رہا ہے انہی چیزوں کی خصلتوں سے اُس کی طبیعت بنے گی اور جیسی طبیعت ہوگی ویسا کام کرے گا۔ لہٰذا ان کو طبیعت کے اندر چھپا ہوا خون خرابہ نظر آ گیا۔ تو وہ بول اٹھے۔ انہوں نے کہا کہ باری تعالیٰ! ہم ہر وقت تیری تسبیح اور حمد کرتے ہیں، تیرا ذکر کرتے ہیں، ہر وقت تیری عبادت کرتے ہیں۔ ہم ہی میں سے کسی کو خلیفہ بنایا جانا کیسا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میں نے ان کے علاوہ کچھ اور بھی اس کو عطا کیا ہے۔

سمجھانا مقصود یہ تھا کہ ملائکہ جس جہان میں رہتے ہیں اور جس جہان سے آتے ہیں روح بھی اسی جہان کی ایک مخلوق ہے۔ یعنی روح عالم ملکوت کی مخلوق ہے۔ جہاں اللہ کے انوار اترتے تھے، اللہ کا کلام سنتے تھے۔ وہاں اللہ کی قربت تھی، اللہ کی جنت تھی، اللہ کی رضا تھی۔ اس ماحول میں جی اور پلی بڑھی تھی۔ وہاں سے ان خصلتوں کی حامل روح کو لا کے جب اس جسم میں بند کر دیا گیا تو اب دو چیزوں کا مقابلہ ہو گیا۔ جسم چاہتا ہے کہ انسان کی ساری کی ساری طبیعت میری خصلتوں کے مطابق چلے۔ اب روح چونکہ زندہ ہے وہ تڑپتی ہے اور کہتی ہے نہیں مجھے جو ملاءِ اعلیٰ سے بھیج کر اس میں ڈالا گیا ہے، اس انسان کی طبیعت میری خصلتوں کے مطابق بنے۔

جسم فَرشی اور روح عرشی ہو جائے اس کو حسن خلق کہتے ہیں

حسنِ خُلق کیا ہے؟ حسن خُلق یہ ہے کہ جسم فرشی ہو اور طبیعت عرشی ہو جائے اس کو حسنِ خلق کہتے ہیں۔ میرے معتکف بیٹے اور بیٹیاں اور میرے بھائی اور بہنیں کاش اس راز کو پا لیں کہ عظمت صرف اتنی بات میں ہے کہ جسم فرشی ہو طبیعت عرشی ہو جائے تو کیا ہوگا کہ بشری پیکر میں عرش چلتا پھرتا ہوگا۔ جدھر انسان جائے گا اُدھر اس کے بشری پیکر کے پردے میں عرش چلتا پھرتا جائے گا۔ جب بشری پیکر میں عرش چلے گا تو گویا زمین پر عرش کا سماں ہوگا۔ اُس کا انوارِ الٰہیہ سے تعلق ہوگا۔ اُس کے اندر اللہ کی تسبیح ہوگی، اُس کو اللہ کے حضور جھکنا آئے گا۔ اُس کے اندر سے تکبر نکل جائے گا۔ غیظ وغضب، غیبت، چغلی، جھوٹ، عیاری، مکاری اور حرص و ہوس نکل جائے گا۔ پھر اُس کا پیکر جسمانی اور انسانی ہوگا اور اندر کی خصلتیں اور احوال عرشی اور روحانی ہوں گے۔ اگر روح کی یہ خصلتیں نفس پر اور جسم کے حال پر غالب آ جائیں تو اس توازن کو حسنِ اخلاق کہتے ہیں۔ یہ ہے اخلاق کا معنیٰ۔

یہ آپ کا نصیب ہے جو کچھ اللہ نے دل میں ڈالا آپ کو بتادیا کیونکہ اس کو میں نے کہیں پڑھا نہیں ہے۔ مگر یہ ایک مغز ہے جس کو سمجھنے کی اور اپنے اندر اتار لینے کی ضرورت ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

"عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ" القرآن

عورتوں کے حقوق سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام نے عورت کو مرد کی طرح تعلیم کے حصول، آزادی اظہار کے ساتھ ساتھ معاشی، معاشرتی حقوق دیئے

نغمہ پروین (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

تاریخ گواہ ہے کہ ایک عرصہ دراز سے عورت مظلوم چلی آرہی تھی۔ یونان، مصر، عراق، ہند، چین غرض ہر قوم میں ہر خطہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی، جہاں عورتوں پر ظلم کے پہاڑ نہ ٹوٹے ہوں۔ لوگ عیش وعشرت کی غرض سے اس کی خرید وفروخت کرتے اور ان کے ساتھ حیوانوں سے بھی بُرا سلوک کیا جاتا تھا؛ حتی کہ اہلِ عرب عورت کے وجود کو موجبِ عار سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ ہندوستان میں شوہر کی چتا پر اس کی بیوہ کو جلایا جاتا تھا۔ واہیانہ مذاہب عورت کو گناہ کا سرچشمہ اور معصیت کا دروازہ اور پاپ کا مجسم سمجھتے تھے۔ اس سے تعلق رکھنا روحانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ دنیا کی زیادہ تر تہذیبوں میں اس کی سماجی حیثیت نہیں تھی۔ اسے حقیر وذلیل نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے معاشی وسیاسی حقوق نہیں تھے، وہ آزادانہ طریقے سے کوئی لین دین نہیں کرسکتی تھی۔ پہلے باپ کی، پھر شوہر کی اور اس کے بعد اولادِ نرینہ کی تابع اور محکوم تھی۔ اس کی کوئی اپنی مرضی نہیں تھی اور نہ ہی اسے کسی پر کوئی اقتدار حاصل تھا؛ یہاں تک کہ اسے فریاد کرنے کا بھی حق حاصل نہیں تھا۔

اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ بعض مرتبہ عورت کے ہاتھ میں زمام اقتدار بھی رہا ہے اور اس کے اشارے پر حکومت وسلطنت گردش کرتی رہی ہے، یوں تو خاندان اور طبقے پر اس کا غلبہ تھا؛ لیکن بعض مسائل پر مرد پر بھی ایک عورت کو بالادستی حاصل رہی۔ اب بھی ایسے قبائل موجود ہیں، جہاں عورتوں کا بول بالا ہے؛ لیکن ایک عورت کی حیثیت سے ان کے حالات میں زیادہ فرق نہیں آیا، ان کے حقوق پر دست درازی جاری رہی اور وہ مظلوم کی مظلوم ہی رہی۔ (مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، سید جلال الدین عمری، مطبع ادارہ تحقیق وتصنیفِ اسلامی)

لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت پر احسان عظیم کیا اور اس کو ذلت وپستی کے گڑھوں سے نکالا جب کہ وہ اس کی انتہا کو پہنچ چکی تھی، اس کے وجود کو گوارا کرنے سے بھی انکار کیا جارہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے اور آپ نے پوری انسانیت کو اس آگ کی لپیٹ سے بچایا اور عورت کو بھی اس گڑھے سے نکالا۔ اور اس زندہ دفن ہونے والی عورت کو بے پناہ حقوق عطا فرمائے اور قومی وملی زندگی میں عورتوں کی کیا اہمیت ہے، اس پہلو کو سامنے رکھ کر اس کی فطرت کے مطابق اس کو ذمہ داریاں سونپیں۔

مغربی تہذیب بھی عورت کو کچھ حقوق دیتی ہے؛ مگر عورت کی حیثیت سے نہیں؛ بلکہ یہ اس وقت اس کو عزت دیتی ہے، جب وہ ایک مصنوعی مرد بن کر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے پر تیار ہوجائے؛ مگر نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا دین عورت کی حیثیت سے ہی اسے ساری عزتیں اور حقوق دیتا ہے اور وہی ذمہ داریاں اس پر عائد کرتا ہے جو خود فطرت نے اس کے سپرد کی ہیں۔

(اسلام میں عورت کا مقام، مرتبہ: ثریا بتول علوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی)

عام طور پر کمزور کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے کافی محنت وکوشش کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر ان کو ان کے جائز حقوق ملتے ہیں، ورنہ تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ موجودہ دور نے اپنی بحث وتمحیص اور احتجاج کے بعد عورت کے کچھ بنیادی حقوق تسلیم کیے اور یہ اس دور کا احسان مانا جاتا ہے؛ حالاں کہ یہ احسان اسلام کا ہے، سب سے پہلے اسی نے عورت کو وہ حقوق دیے جس سے وہ مدتِ دراز سے محروم چلی آرہی تھی۔ یہ حقوق اسلام نے اس لیے نہیں دیے کہ عورت اس کا مطالبہ کررہی تھی؛ بلکہ اس لیے کہ یہ عورت کے فطری، پیدائشی اور انسانی حقوق تھے۔ اسلام نے عورت کا جو مقام ومرتبہ معاشرے میں متعین کیا، وہ جدید وقدیم کی بے ہودہ روایتوں سے پاک ہے، نہ تو عورت کو گناہ کا پُتلا بنا کر مظلوم بنانے کی اجازت ہے اور نہ ہی اسے یورپ کی سی آزادی حاصل ہے۔ (اسلام میں عورت کا مقام، مرتبہ: ثریا بتول علوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی)

یہاں پر ان حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلام نے عورت کو دیے؛ بلکہ ترغیب وترہیب کے ذریعہ اسے ادا کرنے کا حکم بھی صادر کیا۔

عورتوں کو زندہ رکھنے کا حق

عورت کا جو حال عرب میں تھا وہی پوری دنیا میں تھا؛ عرب کے بعض قبائل لڑکیوں کو دفن کردیتے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر سخت سرزنش کی اور اسے زندہ رہنے کا حق دیا اور کہا کہ جو شخص اس کے حق سے روگردانی کرے گا، قیامت کے دن خدا کو اس کا جواب دینا ہوگا۔ فرمایا:

''اس وقت کو یاد کرو جب کہ اس لڑکی سے پوچھا جائے گا جسے زندہ دفن کیا گیا تھا کہ کس جرم میں اسے مارا گیا''۔ (التکویر،۸۱: ۸۔۹)

ایک طرف اس معصوم کے ساتھ کی گئی ظلم وزیادتی پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے تو دوسری طرف ان لوگوں کو جنت کی بشارت بھی دی گئی جن کا دامن اس ظلم سے پاک ہو اور لڑکیوں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں جو لڑکوں کے ساتھ کرتے ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہ رکھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس شخص کی لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا''۔ (ابوداؤد، باب فضل من عال یتامی، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، مکتبہ معارف للنشر والتوزیع)

عورت بحیثیتِ انسان

اسلام نے عورت پر سب سے پہلا احسان یہ کیا کہ عورت کی شخصیت کے بارے میں مرد وعورت دونوں کی سوچ اور ذہنیت کو بدلا۔ انسان کے دل ودماغ میں عورت کا جو مقام ومرتبہ اور وقار ہے اس کو متعین کیا۔ اس کے سماجی، تمدنی اور معاشی حقوق برابر قرار دے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

''اللہ نے تمہیں ایک انسان (حضرت آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو بنایا''۔ (النساء: ۱)

اس بناء پر انسان ہونے میں مرد وعورت سب برابر ہیں۔ یہاں پر مرد کے لیے اس کی مردانگی قابلِ فخر نہیں ہے اور نہ عورت کے لیے اس کی نسوانیت باعثِ عار۔ یہاں مرد اور عورت دونوں انسان پر منحصر ہیں اور انسان کی حیثیت سے اپنی خلقت اور صفات کے لحاظ سے فطرت کا عظیم شاہکار ہے۔ جو اپنی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے ساری کائنات کی محترم بزرگ ترین ہستی ہے۔ قرآن میں اشاد ہے کہ:

’’ہم نے بنی آدم کو بزرگی وفضیلت بخشی اور انھیں خشکی اور تری کے لیے سواری دی۔ انھیں پاک چیزوں کا رزق بخشا اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سی چیزوں پر انھیں فضیلت دی‘‘۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۷)

اورسورہ التین میں فرمایا:

’’ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا‘‘۔ (التین: ۴)

چنانچہ آدم علیہ السلام کو جملہ مخلوقات پر فضیلت بخشی گئی اور انسان ہونے کی حیثیت سے جو سرفرازی عطا کی گئی اس میں عورت برابر کی حصے دار ہے۔ (اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ، ثریا بتول علوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی)

عورتوں کی تعلیم کا حق

انسان کی ترقی کا دارومدارعلم پر ہے کوئی بھی شخص یا قوم بغیر علم کے زندگی کی تگ ودو میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ اور اپنی کُند ذہنی کی وجہ سے زندگی کے مراحل میں زیادہ آگے نہیں سوچ سکتا اور نہ ہی مادی ترقی کا کوئی امکان نظر آتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود تاریخ کا ایک طویل عرصہ ایسا گزرا ہے جس میں عورت کے لیے علم کی ضرورت واہمیت کو نظر انداز کیا گیا اور اس کی ضرورت صرف مردوں کے لیے سمجھی گئی بلکہ ان میں بھی جو خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں صرف وہی علم حاصل کرتے تھے جبکہ عورت علم سے بہت دور جہالت کی زندگی بسر کرتی تھی۔

لیکن اسلام نے علم کو فرض قرار دیا اور مرد وعورت دونوں کے لیے اس کے دروازے کھولے اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ وپابندیاں تھیں، سب کو ختم کردیا۔ اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ دلائی اور اس کی ترغیب دی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **طلب العلم فریضة** اور دوسری جگہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کو تعلیم تربیت دی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ (بعد میں بھی) حسنِ سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے‘‘۔ (ابوداؤد، باب فضل من عال فی یتامی، مکتبہ معارف للنشر والتوزیع)

اسلام مرد وعورت دونوں کو مخاطب کرتا ہے اور اس نے ہر ایک کو عبادت، اخلاق اور شریعت کا پابند بنایا ہے جو کہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔ علم کے بغیر عورت نہ تو اپنے حقوق کی حفاظت کرسکتی ہے اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرسکتی ہے جو کہ اسلام نے اس پر عائد کی ہیں؛ اس لیے مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے۔

جیسا کہ گزشتہ دور میں جس طرح علم مردوں میں پھیلا، اسی طرح عورتوں میں بھی عام ہوا۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان قرآن وحدیث میں علم رکھنے والی خواتین کافی تعداد میں ملتی ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا استنباط اور فتویٰ دینا بڑا ہی مشکل اور نازک کام ہے؛ لیکن پھر بھی اس میدان میں عورتیں پیچھے نہیں تھیں؛ بلکہ صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ تھیں، جن میں کچھ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام عطیہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، اسماء بنت ابوبکرؓ، ام شریکؓ، فاطمہ بنت قیسؓ نمایاں تھیں۔ (مسلمان عورتوں کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ: سید جلال الدین عمری، ادارہ تحقیق وتصنیفِ اسلامی)

معاشرتی میدان

جس طرح دیگر معاشروں نے عورت کو کانٹے کی طرح زندگی کی رہ گزر سے ہٹانے کی کوشش کی تو اس کے برعکس اسلامی

معاشرہ نے بعض حالتوں میں اسے مردوں سے زیادہ فوقیت اور عزت واحترام عطا کیا ہے۔ وہ ہستی جو عالمِ دنیا کے لیے رحمت بن کر تشریف لائی (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) اس نے اس مظلوم طبقہ کو یہ مژدہ جانفزا سنایا:

''مجھے دنیا کی چیزوں میں سے عورت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے''۔ (نسائی، ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی الشہیر (النسائی)، مکتبہ معارف للنشر والتوزیع)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت سے بیزاری اور نفرت کوئی زہد وتقویٰ کی دلیل نہیں ہے، انسان خدا کا محبوب اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ اللہ کی تمام نعمتوں کی قدر کرے جن سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے، اس کی نظامت اور جمال کا متمنی ہو اور عورتوں سے صحیح ومناسب طریقے سے پیش آنے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لیے نکاح کو لازم قرار دیا گیا ہے، اس سلسلے میں آپ کا ارشاد ہے:

''نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔ (بخاری، کتاب النکاح، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی)

چنانچہ ایک عورت بیوی کی حیثیت سے اپنے شوہر کے گھر کی ملکہ ہے اور اس کے بچوں کی معلّمہ ومربیہ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا''۔ (البقرہ: ۱۸۷)

یعنی کہ تم دونوں کی شخصیت ایک دوسرے سے ہی مکمل ہوتی ہے۔ تم ان کے لیے باعثِ حسن وآرائش ہو تو وہ تمہارے لیے زینت وزیبائش۔ غرض دونوں کی زندگی میں بہت سے تشنہ پہلو ہوتے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتے۔ (اسلام میں عورت کا مقاموم ومرتبہ: ثریا بتول علوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی)

معاشی حقوق

معاشرہ میں عزت معاشی حیثیت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جو جاہ وثروت کا مالک ہے، لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جس کے پاس نہیں ہے لوگ اس کے قریب سے گزرنا بھی گوارا نہیں کرتے، عزت کرنا تو دور کی بات ہے۔ دنیا کے تمام سماجوں اور نظاموں نے عورت کو معاشی حیثیت سے بہت ہی کمزور رکھا، سوائے اسلام کے، پھر اس کی یہی معاشی کمزوری اس کی مظلومیت اور بیچارگی کا سبب بن گئی۔ مغربی تہذیب نے عورت کی اسی مظلومیت کا مداوا کرنا چاہا اور عورت کو گھر سے باہر نکال کر فیکٹریوں، دفتروں اور دوسری جگہوں پر کام پر لگا دیا۔ دوسرے لفظوں میں عورت پر ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھا دیا۔ اب وہاں عورت امورِ خانہ داری کے ساتھ ساتھ کسبِ معاش میں بھی یکساں ذمہ دار بنا دی گئی ہے۔ ان حالات میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے راہِ اعتدال اختیار کیا۔

(۱) عورت کا نان ونفقہ ہر حالت میں مرد کے ذمہ ہے۔ اگر بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ۔ بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، بیوی ہے تو شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب کر دیا گیا اور اگر ماں ہے تو اس کے اخراجات اس کے بیٹے کے ذمہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''خوشحال آدمی اپنی استطاعت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی توفیق کے مطابق معروف طریقے سے نفقہ دے''۔ (البقرہ: ۲۳۶)

(۲) عورت کا حقِ مہر ادا کرنا مرد پر لازم قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

’’عورتوں کا ان کا حقِ مہر خوشی سے ادا کرو اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ حصہ تمہیں معاف کردیں تو اس کو خوشی اور مزے سے کھاؤ‘‘۔ (النساء: ۴)

(۳) بعض مذہب میں وراثت میں عورت کا کوئی حق نہیں ہوتا؛ لیکن ان مذاہب اور معاشروں کے برعکس اسلام نے وراثت میں عورتوں کو باقاعدہ حصہ دلوایا۔ اس کے لیے قرآن میں ارشاد ہوا ہے یعنی مرد کو ’’عورتوں کے برابر حصے ملیں گے۔ (النساء:۱۱) یعنی عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہے، اسی طرح وہ باپ سے، شوہر سے، اولاد سے، اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے باقاعدہ وراثت کی حق دار ہے۔

(۴) اس طرح عورت کو مہر سے اور وراثت سے جو کچھ مال ملے، وہ پوری طرح سے اس کی مالک ہے؛ کیوں کہ اس پر کسی بھی طرح کی معاشی ذمہ داری نہیں ہے؛ بلکہ وہ سب سے حاصل کرتی ہے؛ اس لیے یہ سب اس کے پاس محفوظ ہے۔ اگر مرد چاہے تو اس کا وراثت میں دوگنا حصہ ہے؛ مگر اسے ہر حال میں عورت پر خرچ کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس طرح سے عورت کی مالی حالت (اسلامی معاشرہ میں) اتنی مستحکم ہوجاتی ہے کہ کبھی کبھی مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے۔

(۵) پھر وہ اپنے مال کو جہاں چاہے خرچ کرے، اس پر کسی کا اختیار نہیں، چاہے تو اپنے شوہر کو دے یا اپنی اولاد کو یا پھر کسی کو ہبہ کرے یا خدا کی راہ میں دے یہ اس کی اپنی مرضی ہے اور اگر وہ از خود کماتی ہے تو اس کی مالکہ بھی وہی ہے؛ لیکن اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، چاہے وہ کمائے یا نہ کمائے۔ اس طرح سے اسلام کا عطا کردہ معاشی حق عورت کو اتنا مضبوط بنادیتا ہے کہ عورت جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے؛ جب کہ دیگر معاشروں میں عورت ان معاشی حقوق سے کلیتاً محروم ہے۔

تمدنی حقوق

شوہر کا انتخاب: شوہر کے انتخاب کے سلسلے میں اسلام نے عورت پر بڑی حد تک آزادی دی ہے۔ نکاح کے سلسلے میں لڑکیوں کی مرضی اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے مشورہ نہ لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس کی اجازت حاصل کیے بغیر نہ کیا جائے۔ (مشکوٰۃ، باب عشرۃ النساء، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

اگر بچپن میں کسی کا نکاح ہوگیا ہو، بالغ ہونے پر لڑکی کی مرضی اس میں شامل نہ ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس نکاح کو وہ رد کرسکتی ہے، ایسے میں اس پر کوئی جبر نہیں کرسکتا۔

ہاں اگر عورت ایسے شخص سے شادی کرنا چاہے جو فاسق ہو یا اس کے خاندان کے مقابل نہ ہو تو ایسی صورت میں اولیاء ضرور دخل اندازی کریں گے۔

خلع کا حق

اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے کہ اگر ناپسندیدہ ظالم اور ناکارہ شوہر ہے تو بیوی نکاح کو فسخ کرسکتی ہے اور یہ حقوق عدالت کے ذریعے دلائے جاتے ہیں۔

حسن معاشرت کا حق

قرآن میں حکم دیا گیا: ’’عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ‘‘ (النساء: ۱۹) چنانچہ شوہر کو بیوی سے حسن سلوک اور فیاضی سے برتاؤ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’’تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو

اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں اور اپنے اہل وعیال سے لطف ومہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں‘‘۔ (مشکوٰۃ، کتاب النکاح، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

بیویوں کے حقوق

اسلام کے آنے کے بعد لوگوں نے عورتوں کو بے قدری کی نگاہوں سے دیکھا، اس بے قدری کی ایک شکل یہ تھی کہ لوگ عبادت میں اتنے محو رہتے تھے کہ بیوی کی کوئی خبر نہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت ابودرداءؓ کا واقعہ بڑی تفصیل سے حدیث میں مذکور ہے کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کی زوجات کو ان سے شکایت ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر سمجھایا اور فرمایا کہ تم پر تمہاری بیویوں کا بھی حق ہے، لہٰذا تم عبادت کے ساتھ ساتھ اپنی بیویوں کا بھی خیال رکھو۔

بیویوں کے حقوق کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

’’لوگو! عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو وہ تمہاری زیرنگین ہیں تم نے ان کو اللہ کے عہد پر اپنی رفاقت میں لیا ہے اور ان کے جسموں کو اللہ ہی کے قانون کے تحت اپنے تصرف میں لیا ہے تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ گھر میں کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمھیں ناگوار ہے اگر ایسا کریں تو تم ان کو ہلکی مار مار سکتے ہو اور تم پر ان کو کھانا کھلانا اور پلانا فرض ہے۔

(مشکوٰۃ بروایت صحیح مسلم، فی قصۃ حجۃ الوداع، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

آپ نے ایک جگہ اور فرمایا: ’’تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ثابت ہو جبکہ میں اپنے اہل وعیال کے لیے تم سب سے بہتر ہوں‘‘۔ (مشکوٰۃ، باب عشرۃ النساء، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

ایک اور مقام پر فرمایا: ’’کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو اور اپنے اہل وعیال کے لیے نرم خو ہو‘‘۔

(مشکوٰۃ، عن ترمذی، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بیویوں کے حق میں سراپا محبت وشفقت ہونا چاہیے اور ہر جائز امور میں ان کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کرنی چاہیے۔ کچھ لمحوں کے لیے دوسروں کے سامنے اچھا بن جانا کوئی مشکل کام نہیں حقیقتاً نیک اور اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے رفاقت کے دوران صبر وتحمل سے کام لینے والا ہو اور محبت وشفقت رکھنے والا ہو۔

(اسلام میں عورت کا مقام، مرتبہ: ثریا بتول علوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن)

عورتوں کا معاشرتی مقام اسلام کی نظر میں

اسلام میں معاشرتی حیثیت سے عورتوں کو اتنا بلند مقام حاصل ہے کہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر مرد کو مخاطب کرکے یہ حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ معاشرت کے باب میں ’’معروف‘‘ کا خیال کیا جائے؛ تاکہ وہ معاشرت کے ہر پہلو اور ہر چیز میں حسن معاشرت برتیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

’’اور ان عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ساتھ زندگی گزارو اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کوئی چیز ناپسند کرو اور اللہ اس میں خیر کثیر رکھ دے‘‘۔ (النساء: ۱۹)

معاشرت کے معنی ہیں، مل جل کر زندگی گزارنا، اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک تو مردوں کو عورتوں سے مل جل کر زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ’’معروف‘‘ کے ساتھ اسے مقید کردیا ہے، لہٰذا امام ابوبکر جصاص رازیؒ (المتوفی ۷۰ھ) معروف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں عورتوں کا نفقہ، مہر، عدل کا شمار کرسکتے ہیں۔

اور معروف زندگی گزارنے سے مراد یہ ہے کہ گفتگو میں نہایت شائستگی اور شیفتگی سے کام لیا جائے باتوں میں حلاوت ومحبت ہو حاکمانہ انداز نہ ہو اور ایک بات کو توجہ کے ساتھ سنیں اور بے رخی بے اعتنائی نہ برتیں اور نہ ہی کوئی بدمزاجی کی جھلک ظاہر ہو۔ (اسلام میں عورت کا مقام، مولوی عبدالصمد رحمانی، دینی بک ڈپو اردو بازار، دہلی)

آزادیِ رائے کا حق

اسلام میں عورتوں کی آزادی کا حق اتنا ہی ہے جتنا کہ مرد کو حاصل ہے خواہ وہ دینی معاملہ ہو یا دنیاوی۔ اس کا پورا حق ہے کہ وہ دینی حدود میں رہ کر ایک مرد کی طرح اپنی رائے آزادانہ استعمال کرے۔

ایک موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ: ''تم لوگوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھو، اگر مہر زیادہ باندھنا دنیا کے اعتبار سے بڑائی ہوتی اور عنداللہ تقویٰ کی بات ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے زیادہ مستحق ہوتے۔ (ترمذی)

حضرت عمر فاروقؓ کو اس تقریر پر ایک عورت نے بھری مجلس میں ٹوکا اور کہا کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور دیا ہے ان میں سے کسی ایک کو ڈھیر سا مال تو اس میں سے کچھ نہ لو''۔ (النساء: ۲۰)

جب خدا نے جائز رکھا ہے کہ شوہر مہر میں ایک قنطار بھی دے سکتا ہے تو تم اس کو منع کرنے والے کون ہوتے ہو۔ حضرت عمر نے یہ سن کر اس عورت کی آزادیِ رائے کو مجروح قرار نہیں دیا کہ حضرت عمر کو کیوں ٹوکا گیا اور ان پر کیوں اعتراض کیا گیا؛ کیوں کہ حضرت عمر کی گفتگو اولیت اور افضلیت میں تھی۔ نفس جواز میں نہ تھی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو اپنی آزادیِ رائے کا پورا حق ہے؛ حتیٰ کہ اسلام نے لونڈیوں کو بھی اپنی آزادانہ رائے رکھنے کا حق دیا۔ اور یہ اتنی عام ہو چکی تھی کہ عرب کی لونڈیاں اس پر بے جھجک بنا تردد کے عمل کرتی تھیں حتیٰ کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس رائے سے جو بحیثیت نبوت ورسالت کے نہیں ہوتی تھی، اس پر بھی بے خوف وخطر کے اپنی رائے پیش کرتی تھیں اور انھیں کسی چیز کا خطرہ محسوس نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی نافرمانی کا۔ (اسلام میں عورت کا مقام، مولوی عبدالصمد، رحمانی، دینی بک ڈپو، اردو بازار دہلی)

اس آزادیِ رائے کا سرچشمہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت نے ازواجِ مطہرات میں آزادیِ ضمیر کی روح پھونک دی تھی، جس کا اثر تمام عورتوں پر پڑتا تھا۔ ☆☆☆☆☆

اعلان! یہ بات مرکز کے نوٹس میں آئی ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے تنظیمی اور ذیلی فورمز کے بعض عہدیدار اور کارکنان گوادر اور دیگر ہاؤسنگ سوسائیٹیز میں پلاٹوں کی خرید وفروخت کا کاروبار کر رہے ہیں۔ یہ ان احباب کا ذاتی کاروبار ہے اور تحریک منہاج القرآن کا ان کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز مجلہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت نہیں ہے۔ لہٰذا احباب اپنے لین دین/نفع نقصان کے خود ذمہ دار ہوں گے اور کسی کو بھی اس حوالے سے کسی بھی قسم کی کوئی شکایت مرکز میں لانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔

ابتدائے آفرینش سے نظام تعلیم میں استاد کو مرکزی مقام حاصل ہے
زندگی کے پیشے پیشہ تدریس کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں
ٹیچر ڈے کی مناسبت سے خصوصی تحریر

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

علم کے مقررہ مقاصد کے حصول کے لئے اساتذہ کا رول بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اچھے اساتذہ کبھی بھی صرف نصابی کتب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی تخلیق اور مطالعہ کی وجہ سے بچوں میں نصاب کے علاوہ بہت ساری مہارتیں پیدا کرتے ہیں۔ وہ اساتذہ جو صرف طے شدہ نصاب ہی پڑھاتے ہیں یا سطر در سطر نصاب پر ہی انحصار کرتے ہیں وہ بچوں میں مقبولیت حاصل نہیں کرتے۔ طالبات ان کے اوقات تدریس میں بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ بچوں کو اپنے تدریسی عمل میں شامل کر کے ان کی دلچسپی بڑھا کر ان میں تعلیم کا جذبہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس معزز پیشہ میں اساتذہ کی ایمانداری‘ سوچ‘ تدریس کے نئے اور دلچسپ انداز، وقت کی پابندی بچوں میں علم کی خاطر جذبہ پیدا کرتی ہے۔ استاد کی نظر بچوں کے نمبروں کے علاوہ ان کی شخصیت پر ہونی چاہیے۔ صرف سوالوں کے جوابات یاد کر لینا‘ خالی جگہ‘ طوطے کی طرح تمام نصاب کو ہضم کر لینے سے تعلیم کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اس حق کو ادا کرنے کے لئے حق گوئی اور حقائق کی تعلیم اور طالبات کی تربیت بہت ضروری ہے ورنہ وہ پڑھ لکھ کر ایک نئی مصیبت کھڑی کر سکتی ہیں جس سے والدین کے لئے باعث شرمندگی بن سکتی ہیں۔ صرف مقررہ نصاب کو پڑھانا کافی نہیں بلکہ اخلاقیات کا نمونہ بھی پیش کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ایسے بدلتے معاشرے میں اساتذہ کی ذمہ داری کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ ان کی پوری توجہ کے بغیر طالب علم کی شخصیت کی مکمل نشوونما نہیں ہو سکتی۔ تعلیم ہی وہ وسیلہ ہے جو انسان کو شرف آدمیت بخشتا ہے۔ کردار کے بغیر علم صرف دماغ کا تعیش ہے اور دل کا نفاق ہے۔ اگر اخلاق اور عمل کی خوبیاں پیدا نہ ہوں تو علم کا درخت بے ثمر اور بے فیض ہے۔ اس لئے بدلتے ہوئے معاشرے میں استاد کا کردار بہت اہم ہے۔ انہیں طالب علم کے لئے حسن اخلاق کا نمونہ ہونا چاہیے۔ قابلیت بہت اہم چیز ہے لیکن قابلیت کافی نہیں ہے۔ شرافت اور حسن اخلاق بھی ضروری ہے۔ قابلیت کے ذریعے تعلیم کا معیار بلند ہو گا اور شرافت اور اخلاق کی وجہ سے تعلیم بارآور ہو گی اور طالب علم سرخرو ہو گا۔ استاد درختوں کی طرح ہونا چاہیے جو معاشرے کو آکسیجن فراہم کرتے ہیں اور مسموم مادے کو جذب کر لیتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک معیاری تعلیم وہ ہے جس کے نتیجہ میں انسان خود شناسی اور خدا شناسی سے ہمکنار ہو ورنہ تعلیم اس کے رویے کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ بچوں کو ہمیشہ پیار سے پڑھانا اور سمجھانا چاہیے کیونکہ بچے اکثر پیار کی زبان ہی سمجھتے ہیں۔ بچوں کو اس وقت مارا یا سختی کی جائے جب طالب علم ہر طریقے سے ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا ہو۔ کلاس روم میں ہر طالب علم پر نظر رکھنی چاہیے۔ اکثر نالائق طالب علم پیچھے والی لائن میں جا بیٹھتے ہیں تاکہ استاد کی نظر اس پر نہ پڑے۔ اچھے طالب علموں کی پوری کلاس کے سامنے حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تاکہ دوسرے بچے بھی یہ دیکھ کر محنت کرنا سیکھیں۔

نسل انسانی کی بہترین پرورش کی ذمہ داری بنیادی طور پر دو لوگوں پر ڈالی گئی ہے، والدین اور اساتذہ۔ یہ ذمہ داری اس

قدر اہمیت کی حامل ہے جسے نظر انداز نہیں کی جاسکتا۔

اور شاید یہ ایک واحد کام ہے جس میں ایک سے زیادہ لوگوں کی رہنمائی درکار ہے۔ پیدائش سے لے کر اپنے قدموں پر کھڑے ہونے تک ہر بچہ ماں باپ اور اساتذہ کی رہنمائی کا طلب گار رہتا ہے۔ ایک کامیاب انسان بنانے میں والدین اور خاص طور پر ماں کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے، لیکن دنیا میں ہمارے اردگرد بعض بچے ایسے بھی موجود ہوتے ہیں کہ جن کو والدین کی نعمت میسر نہیں ہوتی، اس لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ بچے جو اس صورتِ حال کا شکار ہیں یا پھر اگر کسی بھی وجہ سے والدین اپنے بچے کی پرورش نہ کر سکیں، تو پھر آخر ان بچوں کی تربیت کس کی ذمہ داری ہے؟ تو اس کا عمومی جواب ہو گا اساتذہ، تو ایسی صورت میں اساتذہ کی اہمیت اور ان کے کندھوں پر نسلوں کی پرورش کی بھاری ذمہ داری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عام طور پر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ٹیچر بننا کوئی نہیں چاہتا۔ جب ڈاکٹر یا انجینئر بننے کی ساری کوششیں ناکام ہوجاتی، ہیں تو لوگ تنگ آ کر ٹیچر بن جاتے ہیں۔ جتنے ٹوٹے ہوئے دل سے اساتذہ اپنا کام کرتے ہیں ویسے ہی نتائج کے حامل ان کے طالب علم ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ہمارے ہاں پرائمری سطح پر بالکل غیر تربیت یافتہ اساتذہ کے ہاتھوں میں معصوم ذہنوں کی باگ ڈور سونپ دی جاتی ہے۔ جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ زندگی کے پہلے سات سال ہی ذہن کی شعوری اور غیر شعوری نشوونما میں نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اچھے معلم کے لیے ضروری ہے کہ صرف نصابی کتب پڑھانے کے ساتھ بچوں کی اخلاقی تربیت پر بھی توجہ دیں۔ ہمارے ہاں اخلاقیات پر بہت کہانیاں لکھی گئی ہیں، چھوٹے بچوں کو کہانیاں سننے کا شوق بھی بہت ہوتا ہے، استاد خود بھی موقع کی مناسبت سے چھوٹی چھوٹی کہانیاں بنا کر سنا سکتے ہیں۔

بڑی کلاسز کے بچوں کے لیے حقیقی دنیا کی باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ ہمارے اردگرد ہر وقت نئی نئی کہانیاں جنم لیتی ہیں اور معجزات رونما ہوتے ہیں۔ ایک اچھا استاد بڑی آسانی سے اپنے طالب علموں کو حالات سے آگاہ بھی رکھ سکتا ہے اور اچھے برے کی پہچان بھی کرواسکتا ہے۔ بچوں کو خواب دیکھنے اور بڑی بڑی باتیں کرنے سے کبھی نہ روکیں۔ خواب دیکھنے والے بچے ہی زندگی میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ایک واقعہ اس معاملے کی وضاحت کے لیے کافی ہے کہ خواب دیکھنے سے کیا مراد ہے۔ ایک دس سال کا بچہ جس کا باپ ایک بہت بڑے اصطبل کا رکھوالہ تھا، گھوڑے پالنے کا بڑا شوق رکھتا تھا۔ ایک روز کلاس میں خاتون استاد نے بچوں سے اپنی زندگی گزارنے کے بارے میں مضمون لکھنے کو کہا۔

اس بچے نے اپنے ایک خواب کو خوبصورت ڈرائنگ کی شکل دے کر کاغذ پر اتارا۔ ٹیچر نے دیکھ کر اسے بہت ڈانٹا کہ کیوں خوابوں کی دنیا میں رہتے ہو، اتنے غریب ہو کر تمہیں یہ سب سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ یہ کہہ کر ٹیچر نے بچے کو ٹیسٹ میں فیل کر دیا اور کہا ایک ہفتے کے اندر اندر نیا مضمون لکھ کر لاؤ ورنہ اسکول نہ آنا۔ وہ بچہ بڑا پریشان ہوا لیکن اس نے مضمون نہ بدلا اور ایک ہفتے کے بعد وہی مضمون لے کر دوبارہ ٹیچر کے پاس گیا اور کہا میں مضمون نہیں تبدیل کروں گا اور اسکول چھوڑ دیا۔ 20 سال بعد وہی ٹیچر کسی دعوت پر اپنی کلاس کے بچوں کو لے کر ایک زرعی فارم پر گئی۔ استقبال کرنے کے لئے ان کا وہی طالب علم کھڑا تھا جس نے کبھی یہ خواب دیکھا تھا اور وہ زرعی فارم ایسا ہی تھا، جیسے اس نے تصویر میں بنایا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ ٹیچر بہت شرمندہ تھی کیوں کہ اس کامیابی میں اُس کا حصہ نہیں تھا۔

بچوں کی نشوونما پر ایک استاد کا کیا اثر ہوسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے ایک اسکول میں تجربہ کیا گیا۔ کلاس میں بچے بڑی اچھی طرح اپنا کام کرتے تھے، ان کی ٹیچر ان کو ہر وقت یہ احساس دلاتی تھی کہ وہ بہت اچھے بچے ہیں۔ دوسری طرف اسی طرح کی ایک کلاس کے بچے کچھ سست واقع ہوتے تھے، کیوں کہ ان کی ٹیچر کہتی تھی کہ تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ تجربے کے طور پر پہلی ٹیچر کو دوسری کلاس کے بچے دے دئے گئے اور دوسری ٹیچر کو پہلی کلاس کے بچے دیئے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد پتہ چلا کہ اچھا کام کرنے والے بچوں نے ٹیچر بدلنے کے بعد پڑھائی پر توجہ دینا کم کر دی جس سے وہ ہر ٹیسٹ میں بری طرح ناکام ہونے لگے جبکہ دوسری طرف

صورت حال کچھ یوں تھی کہ نالائق بچے ٹیچر کی طرف سے حوصلہ افزائی کرنے کے باعث بہترین نتائج کا مظاہرہ کرنے لگے۔اس تجربہ کی روشنی میں اس بات کا خوب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک استاد کی حوصلہ افزائی بچوں پر کیا اثر ڈال سکتی ہے۔

جب اساتذہ اپنا فرض مکمل انصاف سے پورا کرتے ہیں، تو جو عزت واحترام ان کے حصے میں آتی ہے، اس کا اندازہ صرف وہ استاد ہی لگا سکتا ہے(اس موقع پر وہ واقعہ قابلِ بیان ہے) جب خلیفہ ہارون رشید اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد گئے تو وہاں ان کے بیٹوں کے استاد بھی نماز پڑھنے آئے ہوئے تھے۔جیسے ہی نماز ختم ہوئی دونوں لڑکے بھاگے کہ دیکھتے ہیں استاد کے جوتے کون اٹھا کر لاتا ہے۔خلیفہ ہارون رشید کی آنکھیں عقیدت سے بھر آئیں جب اُنہوں نے دیکھا کہ ایک بیٹے نے ایک جوتا اُٹھایا ہوا ہے اور دوسرے نے دوسرا جوتا اُٹھایا ہوا تھا اور وہ دونوں استاد کا انتظار کررہے تھے۔یقیناً اگر ہم نے اس معاشرے کو اچھے استاد دیئے تو یہ معاشرہ بھی ہمیں ایسے ہی طالب علم دے گا۔

استادعلم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔قوموں کی تعمیر وترقی میں اساتذہ کا رول اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔تعمیر انسانیت اورعلمی ارتقاء میں استاد کے کردار سے کبھی کسی نے انکارنہیں کیا ہے۔ابتدائے آفرینش سے نظام تعلیم میں استاد کومرکزی مقام حاصل ہے۔اساتذہ کو نئی نسل کی تعمیر وترقی،معاشرے کی فلاح و بہبود،جذبہ انسانیت کی نشوونما اور افراد کی تربیت سازی کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔استاد اپنے شاگردوں کی تربیت میں اس طرح مگن رہتا ہے جیسے ایک باغبان ہر گھڑی اپنے پیڑپودوں کی نگہداشت میں مصروف رہتا ہے۔تدریس وہ پیشہ ہے جسے صرف اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب اور معاشرے میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ لیکن یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ دنیائے علم نے استاد کی حقیقی قدر ومنزلت کو کبھی اس طرح اجاگرنہیں کیا جس طرح اسلام نے انسانوں کو استاد کے بلند مقام ومرتبے سے آگاہ کیا ہے۔اسلام نے استاد کو بے حدعزت واحترام عطا کیا۔اللہ رب العزت نے قرآن میں نبی اکرم ﷺ کی شان بحیثیت معلم بیان کی ہے۔خود رسالت مآب ﷺ نے ’’انما بعثت معلما‘‘(مجھے معلم بنا کر بھیجا گیاہے) فرما کر اساتذہ کو رہتی دنیا تک عزت وتوقیر کے اعلی منصب پر فائز کردیا ہے۔اسلام میں استاد کا مقام ومرتبہ بہت ہی اعلی وارفع ہے۔استادکومعلم ومربی ہونے کی وجہ سے اسلام نے روحانی باپ کا درجہ عطا کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:’’انما انا لکم بمنزل و الوالد،اعلمکم‘‘ (میں تمہارے لئے بمنزلہ والد ہوں،تمہیں تعلیم دیتا ہوں)۔امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا گیا کہ اتنی بڑی اسلامی مملکت کے خلیفہ ہونے کے باوجود آپؓ کے دل میں کوئی حسرت باقی ہے۔آپؓ نے فرمایا’’ کاش میں ایک معلم ہوتا۔‘‘ استاد کی ذات بنی نوع انسان کے لئے بیشک عظیم اورمحسن ہے۔باب العلم خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کا قول استاد کی عظمت کی غمازی کرتا ہے۔’’جس نے مجھے ایک حرف بھی بتا یا میں اس کا غلام ہوں۔ وہ چاہے تو مجھے بیچے ،آزاد کرے یا غلام بنائے رکھے۔‘‘شاعرمشرق مفکر اسلام علامہ اقبال معلم کی عظمت یوں بیان کرتے ہیں۔’’استاد دراصل قوم کے محافظ ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کوسنوارنا اوران کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انہیں کے سپرد ہے۔سب محنتوں سے اعلیٰ درجے کی محنت اور کارگزاریوں میں سب سے زیادہ بیش قیمت کارگزاری ملک کےمعلموں کی کارگزاری ہے۔معلم کا فرض سب فرائض سے زیادہ مشکل اوراہم ہے۔کیونکہ تمام قسم کی اخلاقی ،تمدنی اور مذہبی نیکیوں کی کلید اس کے ہاتھ میں ہے اور ہرقسم کی ترقی کا سرچشمہ اس کی محنت ہے۔‘‘ معاشرے میں جہاں ایک ماں کی آغوش کو بچے کی پہلی درس گاہ قرار دینے کے ساتھ ایک مثالی ماں کوایک ہزار اساتذہ پر فوقیت دی گئی ہے وہیں ایک استاد کواپنی ذات میں ساری کائنات کو بچے کے لئے ایک درس گاہ بنانے کی طاقت رکھنے کی وجہ سے روحانی والد کا درجہ دیا گیا ہے۔باپ بچے کو جہاں اپنی انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتا ہے وہیں استاد بچے کو زندگی میں ہمیشہ آگے بڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔سکندر اعظم سے کسی نے پوچھا کہ وہ کیوں اپنے استاد کی اس درجہ تعظیم کرتا ہے۔سکندر اعظم نے کہا کہ اس کے والدین اسے آسمانوں سے زمین پر لے آئے ہیں جب کہ استاد اس کو زمین سے آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔بطلیموس استاد کی شان یوں بیان کرتا ہے’’استاد سے ایک گھنٹہ گفتگو دس برس کے مطالعے سے مفید ہے۔‘‘

تدریس کا دیگر شعبہ جات زندگی سے تعلق ہوتا ہے۔ زندگی کے تمام پیشے پیشہ تدریس کی کوکھ سے ہی جنم لیتے ہیں۔زندگی کا کوئی بھی شعبہ خواہ عدلیہ ،فوج،سیاست ،بیوروکریسی ،صحت ،ثقافت،تعلیم ہو یا صحافت یہ تمام ایک استاد کی صلاحیتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگر مذکورہ شعبہ جات میں عدل ،توازن اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے تو یہ صالح اساتذہ کی تعلیمات کا پرتو ہے اور اگر اساتذہ کی تعلیمات میں کہیں کوئی نقص اور کوئی عنصر خلاف شرافت و انسانیت آجائے تب وہ معاشرہ رشوت خوری ،بدامنی اور فتنہ پروری کی منہ بولتی تصویر بن جاتا ہے۔ استاد کو ایک صالح معاشرے کی تعمیر میں کلیدی کردار کی انجام دہی کی وجہ سے ہی معمارقوم کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ استاد معاشرے کی عمدہ اقدار کا امین ونگہبان ہونے کے ساتھ ساتھ ان اقدار کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔ اساتذہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں اگر ذرہ برابر بھی چوک جائیں تب معاشرہ کی بنیادیں اکھڑ جاتی ہیں اور معاشرہ حیوانیت،نفس پرستی اور مفاد پرستی کی تصویر بن کر جہنم کا نمونہ پیش کرتا ہے۔تعلیم انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اور انسان کو معاشرے کا ایک فعال اور اہم جزو بننے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

استاد کو افراد سازی کے فرائض کی ادائیگی کے سبب معاشرے میں اس کا جائزہ مقام فراہم کیا جانا ضروری ہے۔معاشرتی خدمات کی ادائیگی کے سبب معاشرہ نہ صرف استاد کو اعلیٰ اور نمایاں مقام فراہم کرے بلکہ اس کے ادب اور احترام کو بھی ہر دم ملحوظ خاطر رکھے۔ ہر معاشرے اور مذہب میں استاد کو ملنے والی اہمیت اساتذہ سے خود کو ایک رول ماڈل کے طور پر پیش کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ان کی عزیز شاگرد حضرت امام یوسفؒ نے پوچھا کہ ''استاد کیسا ہوتا ہے؟''۔آپؒ نے فرمایا ''استاد جب بچوں کو پڑھا رہا ہوتو غور سے دیکھو ،اگر ایسے پڑھا رہا ہو جیسے اپنے بچوں کو پڑھاتا ہے تو استاد ہے اگر لوگوں کے بچے سمجھ کر پڑھا رہا ہے تو استاد نہیں ہے۔''امام اعظمؒ کے اس قول کی روشنی میں اگر اساتذہ کو پرکھا جائے تو معاشرے میں مادیت پرستی کا غلبہ ہمیں واضح نظر آئے گا۔استاد معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دینے والا ہوتا ہے لیکن صد افسوس کہ آج یہ پیشہ(چنداستثنات کے) اپنی عظمت اور وقار کو تقریبا کھو چکا ہے۔پیشہ تدریس آج صرف ایک جاب (نوکری)، اسکیل (تنخواہ) اور ترقی کی حد تک محدود ہو چکا ہے۔ استاد اور شاگرد کا مقدس رشتہ کہیں کھو گیا ہے۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ اس قوم کو عروج اور ترقی نصیب ہوئی جس نے اپنے اساتذہ کی قدر ومنزلت کی۔مشہور پاکستانی ادیب ،دانشور ماہر تعلیم جناب اشفاق احمد صاحب مرحوم جب اٹلی میں اپنی تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے تب ٹریفک قانون کی خلاف ورزی کی پاداش میں ان کا چالان کیا گیا۔اپنی مصروفیت کی وجہ سے جب انھوں نے چالان ادانہ کیا تب ان کو چالان کی عدم ادائیگی اور عدم حاضری کے سبب عدالت میں پیش کیا گیا۔جج نے چالان کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ دریافت کی تو اشفاق احمد نے بتایا کہ وہ ایک ٹیچر ہیں اور اپنی تدریسی سرگرمیوں کی وجہ سے چالان کی بروقت ادائیگی سے قاصر رہے۔ جج کو جب پتہ چلا کہ وہ ایک ٹیچر ہیں تب وہ اپنی کرسی سے احتراما کھڑا ہو گیا اور حیرت و استعجاب سے کہنے لگا A teacher in the Court (ایک استاد عدالت میں)، یہ کہتے ہوئے ان کا چالان معاف کردیا۔ اٹلی میں بھی ہمارے وطن عزیز کی طرح اساتذہ کی تنخواہیں دلکش نہیں ہیں لیکن وہاں آج بھی تمام رتبے جج، بیوروکریٹس، تجار،پولیس،سیاستدان وغیرہ سب استاد کے پیچھے یوں چلتے ہیں جیسے ماضی میں غلام اپنے آقاؤں کے پیچھے چلتے تھے۔استاد کی یہی تعظیم مغربی معاشرے کی عروج کی داستان ہے۔ وہیں مشرقی معاشرے جو اساتذہ کے ادب واحترام کی بناء بام عروج پر تھے اساتذہ کے ادب واحترام کے اعراض کے سبب تنزل کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔استاد کا مقام مادیت پرستی سے بالا ہے۔اس سے یہ مراد ہرگز نہ لی جائے کہ اساتذہ کی اپنی ضروریات نہیں ہوتی ہیں۔اساتذہ کے ہاتھوں میں معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ کی کلید ہونے کی وجہ سے ان کا مقام نمایاں و بلند ہوتا ہے۔معاشرہ استاد کو ایسے نمایاں مقام پر فائز کرتے ہوئے یہ مطالبہ بھی کرتا ہے کہ وہ دنیا کے باقی شعبوں کی طرح اپنے ہاتھ دنیوی مراعات کے لالچ میں آلودہ نہ کریں۔

استاد کی ذمہ داریاں دیکھی جائیں استادنسل نو کی تربیت کا اہم کام انجام دیتا ہے۔ ہرقوم و مذہب میں استاد کو اس کے

پیشے کی عظمت کی وجہ سے اہمیت حاصل ہے۔استاد طلباء کو نہ صرف مختلف علوم وفنون کا علم دیتا ہے بلکہ اپنے ذاتی کردار کے ذریعہ ان کی تربیت کا کام بھی انجام دیتا ہے۔معاشرے کی زمام کار سنبھالنے والے افراد خواہ وہ کسی بھی شعبے اور پیشے سے وابستہ ہوں اپنے استاد کی تربیت کے عکاس ہوتے ہیں۔استاد کا اہم اور بنیادی فریضہ انسان سازی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کام میں نصاب تعلیم اور تعلیمی اداروں کے اثرات بھی شامل ہوتے ہیں لیکن یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ پورے تعلیمی نظام کا مرکز ومحور ایک استاد ہی ہوتا ہے۔نصاب تعلیم جو بھی لیکن استاد اسے جس طرح چاہے پڑھا سکتا ہے۔ایک مسلمان معلم پر عام اساتذہ سے دوگنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے چونکہ وہ پہلے تو ایک مسلمان ہے اور دوسرا ایک مدرس بھی۔فلسفہ اسلام کی رو سے استاد ایک مربی اور رہنما و رہبر ہوتا ہے جو نہ صرف نسل نو کی تربیت کرتا ہے بلکہ نسل نو کو اسلامی نظریہ حیات اور اسلامی تعلیمی نظریات سے وابستہ بھی کرتا ہے۔ کیونکہ نظریہ کے بغیر کوئی بھی قوم حمیت سے عاری بے تربیت افراد کا مجموعہ بن جاتی ہے۔مسلم معلمین کے لئے نبی اکرم ﷺ کی سخت وعید ہے''جو کوئی بھی مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا پھر ان کے لئے ایسی خیر خواہی اور کوشش نہ کی جتنی وہ اپنی ذات کے لئے کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیں گے۔'' اس فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں اگر مسلم اساتذہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ذرہ بھر بھی کوتاہی برتیں گے تو روز قیامت ان کا سخت مواخذہ کیا جائے گا۔ روز قیامت عدم ساز گار حالات ،مادی وسائل کی کمی،والدین اور طلباء کی عدم توجہی و دیگر عذر مسلم اساتذہ کے لئے کسی کام نہیں آئیں گے۔اساتذہ اپنی اہمیت اور ذمہ داری کو محسوس کریں خاص طور پر مسلم اساتذہ اپنے مقام کو پہچانے کہ اول تو وہ مسلمان ہیں اور پھر اسلامی طرز معاشرت اور دین فطرت کے نفاذ کے لئے نئی نسل کو تیار کرنے والے معلم، استاد، مربی او ر رہبر ہیں۔ نامساعد حالات میں بھی مسلم اساتذہ کا منشاء و مقصد نسل نو کی اسلامی تعلیم و تربیت ہوتا ہے۔پیشہ تدریس سے وابستہ افراد کے لئے چار عملی میدان ہوتے ہیں (1) تعمیر ذات (2) اپنے علم میں مسلسل اضافہ (3) طلباء کی شخصیت و کردار سازی اور (4) تعلیم گاہ اور استاد۔

نئی نسل کی تعمیر کا کام انجام دینے والے استاد کے لئے سب سے پہلے اپنی ذات کی تعمیر ضروری ہوتی ہے۔طلباء کے لئے استاد کی ذات افکار و اقدار کا اعلی معیار ہوتی ہے۔اساتذہ اپنی شخصیت کی تعمیر میں نبی اکرم ﷺ کی ذات کو پیش نظر رکھیں۔ ہر انسان کے لئے نبی اکرم ﷺ کی ذات پاک بہترین نمونہ ہے۔آپ ﷺ معلم اعظم ہیں اسی لئے اساتذہ اپنے پیشے سے انصاف کرنے کے علاوہ درس و تدریس میں اثر و تاثیر پیدا کرنے کے لئے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی لازمی پیروی کریں۔ایک معلم کا قلب جب رب حقیقی کی عظمت و کبریائی سے معمور ہوگا ،احکام خداوندی کا پابند اور سنت نبوی ﷺ پر عامل ہوگا تب اس کا درس شاگردوں کے لئے باران رحمت اور زندگی کی نوید بن جائے گا۔معلم کا خوش اخلاق ،نرم خو،خوش گفتار،ملنسار، ہمدرد، رحمدل،غمگسار و مونس اور مددگار ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔استاد درس و تدریس کو صرف حصول معاش کا ذریعہ نہ سمجھے بلکہ اس کو رضائے الٰہی کا ایک ذریعہ مانے۔اسلامی نقطہ نظر سے حصول علم کا مقصد خود آگہی اور خدا آگہی ہے ہمیشہ یہ نظریہ اساتذہ کے ذہنوں میں پیوست رہے۔علوم کی ترویج و تدریس کو ذریعہ معاش نہ سمجھیں بلکہ علوم کی تدریس، ترویج و اشاعت کو اخلاق کی بلندی اور کردار کی تعمیر کے لئے استعمال کریں۔ایک حقیقی استاد اسلاف سے حاصل شدہ علوم (نظریات، تہذیب، عقائد، افکار، عادات ،رجحانات،اور خصائل) کو بالکل اسی طرح بغیر کسی کم و کاست اگلی نسلوں کو صحت و عمدگی سے منتقل کرے۔استاد کمرہ جماعت یا مدرسہ کی چار دیواری تک ہی استاد نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ ہر پل اپنی رفتار، گفتار، کردار غرض ہر بات میں معلم ہوتا ہے۔معلم کی ہر بات و حرکت طلبا پر اثر انداز ہوتی ہے۔طلباء صرف استاد سے کتاب یا اسباق ہی نہیں پڑھتے ہیں بلکہ وہ استاد کی ذات اور شخصیت کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔استاد مدرسہ کھیل کا میدان، گھر اور بازار ہر جگہ طلباء کے لئے ایک زندہ نمونہ ہوتا ہے۔طلباء کو فسق و فجور سے منع کرنے والا استاد اگر خود ان افعال میں ملوث ہو تب اس کے اعمال طلباء کو ان افعال کی خاموش تعلیم دیتے ہیں۔ایک بے صبر اور بدمزاج استاد اگر صبر و تحمل کی تعلیم دے تب اس کا عمل طلباء کو چڑچڑے پن اور عدم تحمل کی طرف مائل کرتا ہے۔ایک عظیم استاد اپنی شخصیت کو نہ صرف نکھارتا ہے

بلکہ اپنی شخصیت کے ذریعہ معاشرے کو بہترین انسان فراہم کرتا ہے۔ایک استاد کو صبر و تحمل ،معاملہ فہمی،قوت فیصلہ،طلبہ سے فکری لگاؤ،خوش کلامی اور موثر انداز بیان جیسے اوصاف سے متصف ہونا چاہیے۔ایک استاد کی شخصیت اور بھی دلکش ہوجاتی ہے جب وہ اخلاص ،لگن ،ہمدردی ،دلسوزی اور اصلاح کے جذبے سے نظم و ضبط قائم کرے۔

انگریزی کا معروف قول ہے کہ''Teaching is nothing but learning'' (تدریس صرف سیکھنے کا نام ہے) یہ بالکل حقیقت ہے کہ تدریس کے ذریعہ کئی تعلیمی راز عیاں ہوتے ہیں اور تدریس ہر پل اساتذہ کے علم میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے۔اس کے باوجود اساتذہ بہتر تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لئے جدید معلومات کے حصول کو یقینی بنائیں تاکہ درس و تدریس کے دوران کسی خفت اور تحقیر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔اپنے علم میں اضافے کے ذریعہ اساتذہ نہ صرف اپنی شخصیت کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ اپنی تدریس کو بھی بااثر بنانے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔عربی کا مقولہ ہے کہ ''علم حاصل کرو گود سے گور تک''اساتذہ کو اس قول پر ہمیشہ کار بند رہنا چاہئے۔استاد میں علمی لیاقت ،تدریسی صلاحیتوں کے ساتھ بچوں کی نفسیات اور طریق تعلیم سے واقفیت بے حد ضروری ہے۔

تعلیم میں کیریئر سازی کے رجحان نے طلباء کو علم کے عین مقصد سے دور کردیا ہے۔طلباء کی کردار سازی میں اور شخصیت کے ارتقاء میں معلم کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ایک اچھا استاد اپنے شاگردوں کی کردار سازی کے لئے ہمہ وقت فکر مند رہتا ہے۔اپنے طلباء کے دلوں سے کدورتوں،آلودگیوں اور تمام آلائشوں کو دور کرتے ہوئے اس کو ایمان، خوف خدا ،اتباع سنت اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے معمور کرتا ہے۔طلباء کی کرداری سازی کے لئے خود بھی تقوی و پرہیز گاری کو اختیار کرتا ہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ایک اچھا معلم اپنے شاگردوں میں مقصد سے لگن و دلچسپی پیدا کرتا ہے اور طلباء کو بیکار و لایعنی مشاغل سے دور رکھتا ہے۔دنیا سے بے نیازی اور مادہ پرستی سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔اپنے شاگردوں کو محنت اور جستجو کا عادی بناتا ہے۔ کاہلی، سستی اور تضیع اوقات سے طلباء کو باز رکھتا ہے۔

آج اسکول ،کالجز، یونیورسٹیز تعلیم کی اصل غرض و غایت سے انحراف کرتے ہوئے مادہ پرستی کے فروغ میں پیش پیش نظر آرہے ہیں۔یہ ادارے ڈاکٹرز، انجینئرز، سائنسدان، سیاست دان، پروفیسرز، ٹیچرزاور فلاسفرز بنانے میں تو کامیابی حاصل کر رہے ہیں لیکن ایک آدمی کو انسان بنانے میں (جو کہ تعلیم کا اہم مقصد ہے) ناکام ہورہے ہیں۔تعلیمی ادارے انسان سازی کے کارحمیدہ سے آج عاری نظر آرہے ہیں۔ اساتذہ کی ان حالات میں ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کہ وہ طریقہ تعلیم اور نظام تعلیم میں تبدیلی کی سعی و کوشش کریں۔مادہ پرست نصاب تعلیم و تعلیمی ادارہ جات میں دانشوری سے وہ افعال انجام دیں جس سے طلباء میں دہریت اور مادہ پرستی جیسے جذبات سر نہ اٹھاسکیں۔اپنے عمل و کردار سے تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کو مثبت تعلیمی نظام کی طرف راغب کریں۔ ہنر مندی کے ساتھ دیانت داری اور امانت پسندی کا ایک اعلی نمونہ قائم کریں تاکہ تعلیمی ادارہ جات دھوکے باز سیاست دانو ں کی بجائے باکردار و امانت دار سیاست دان پیدا کریں۔ایسے انجینئر اور ڈاکٹر تیار کریں جو لوگوں کے علاج کو نہ صرف اپنا ذریعہ معاش بنائیں بلکہ اس خدمت کو عبادت کے درجہ تک پہنچادیں۔اساتذہ اپنے شاگردوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ اپنے پیشوں میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ انسان بھی باقی رہیں۔اساتذہ تعلیمی ادارجات اور نصاب تعلیم کو بلند مقصد حیات اور فکر سازی کے رجحان سے آراستہ کریں۔

نوجوان نسل کی کوتاہیاں اپنی جگہ ،والدین کا تغافل، نصاب تعلیم اور تعلیمی اداروں کی خامیاں بھی اپنی جگہ مگر کار پیغمبری سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اور قوم و ملت کے ایک ذمہ دار منصب پر فائز ہونے کی بناء پر اساتذہ اس بحران کا جائزہ لیں اور خود اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا تعین کریں۔اگر اساتذہ سینکڑوں مسائل اور اسباب و علل کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اپنی کوتاہیوں کا تھوڑا سا بھی ادارک کرلیں تب یقیناً یہ احساس قوم و ملت کی ترقی کی جانب پہلا قدم ہوگا۔☆☆☆☆☆

وظائف

﴿اَلْحَمِیْدُ ......لائقِ تعریف، اچھی خوبیوں والا﴾

فحش گوئی سے نجات و درستگی عادات کیلئے وظیفہ: یَا حَمِیْدُ

فوائد و تاثیرات: اس وظیفہ کی کثرت سے اقوال و افعال کی اصلاح اور اخلاقِ حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور فحش گوئی و بدزبانی سے نجات ملتی ہے۔

عام معمول: اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

❁ اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

﴿اَلْمُحْصِیُ... کائنات کی ہر شے کا شمار کرنے والا﴾

عذابِ قبر سے نجات اور صدق لسانی کے حصول کے لئے وظیفہ: یَا مُحْصِیُ

فوائد و تاثیرات: شبِ جمعہ کو اس کا ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ورد کرنے سے عذاب قبر سے نجات ملتی ہے۔ اس پر مداومت سے صدق لسانی کی نعمت نصیب ہو جاتی ہے۔ اگر اسم المحیط ملا کر یَا مُحْصِیُ یَا مُحِیْطُ پڑھا جائے تو علم میں اضافہ ہوتا ہے۔

عام معمول: اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

❁ اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

﴿اَلْمُبْدِئُ ...... پیدائش کی ابتداء کرنے والا﴾

وظیفہ برائے حفاظتِ حمل: یَا مُبْدِئُ

فوائد و تاثیرات: اس اسم کو اپنا معمول بنانے کی برکت سے حمل کی حفاظت ہو جاتی ہے اور اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

عام معمول: اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔

❁ اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن، ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

﴿اَلْمُعِیْدُ ...... دوبارہ پیدا کرنے والا﴾

گمشدہ کی صحیح وسلامت بازیابی کے لئے وظیفہ: یَا مُعِیْدُ

فوائد و تاثیرات: اس وظیفہ کے پڑھنے سے پریشانی دور ہوجاتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ المبدئ ملا کر یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ پڑھا جائے تو بھولی ہوئی چیز یاد آ جاتی ہے اور مخفی امور اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

❁ اگر کوئی گھر سے غائب ہو جائے تو اس وظیفہ کو سات دن متواتر ۷۰ مرتبہ روزانہ گھر کے چاروں طرف پڑھتے رہنے سے غائب ہونے والا صحیح سلامت واپس آ جائے گا یا اس کی اطلاع مل جائے گی، اسی طرح گمشدہ چیز بھی مل جاتی ہے۔

عام معمول: اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ورد سو (۱۰۰) مرتبہ روزانہ کریں۔☆☆☆☆☆

پیارے نبی ﷺ کی پسندیدہ غذائیں

میتھی، انگور اور خربوزہ کے طبی فوائد

میتھی حلق کی دکھ، کھانسی، معدے کی اصلاح، بالوں میں خشکی کیلئے مفید

خربوزہ پیاس کی شدت میں کمی لانے، گردہ، مثانے کے امراض کے لئے اکثیر

انگور کاربوہائیڈریٹس، وٹامن اے، سی اور آئرن کا خزانہ ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میتھی سے شفاء حاصل کرو'' (ابن القیم فی الطب النبوی)

جبکہ امام ذہبیؒ نے ایک حدیث میں بیان کیا کہ میری امت کو اگر میتھی کے فوائد کو سمجھ لے تو وہ اسے سونے کے ہم وزن خریدنے میں بھی دریغ نہ کرے۔

میتھی کا جوشاندہ حلق کی سوزش، ورم اور دکھن کے لئے بہت مفید ہے۔ میتھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کھانسی میں استعمال ہونے والی تمام دوائیں معدے میں جلن کا باعث بنتی ہیں لیکن میتھی ایسی دوا ہے جو کھانسی کو ٹھیک کرنے کے ساتھ ساتھ معدہ کی اصلاح بھی کرتی ہے۔ میتھی سے ریاح خارج ہوتی ہے بواسیر کی شدت میں کمی آجاتی ہے اور پھیپھڑوں کی سوزش دور ہوتی ہے۔ میتھی کے جوشاندہ سے سر دھوئیں تو سر کی خشکی کم ہوجاتی ہے۔ میتھی کو پیس کر موم کے ساتھ ملا کر سینہ پر لیپ کیا جائے تو چھاتی کے درد میں مفید ہے۔ گردوں کی سوزش میں میتھی پیشاب آور ہے بلغم کے اخراج میں معاون ہے۔ پھیپھڑوں کی اندرونی جھلی کی نگہداشت کرتی ہے۔ میتھی کے استعمال کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ اس کے پتے اور شاخیں سکھا کر کام میں لانا ہے دوسرا طریقہ میتھی کے بیج استعمال کرنا ہے۔ بھارتی محقق بیجوں کو پتوں سے زیادہ مفید قرار دیتے ہیں۔

5 گرام پسی ہوئی میتھی (چھوٹا چمچ) اگر پانی کے ساتھ کھائی جائے تو اسہال اور پیچس میں مفید ہے اگر اس پانی کو گرم کرکے اس میں شہد ملا کر پیا جائے تو اسہال اور کھانسی کے لئے بھی مفید ہے۔ میتھی کھٹے ڈکاروں کو دور کرتی ہے۔ میتھی جسمانی کمزوری کو دور کرتی ہے میتھی میں فولاد اور وٹامن اس کو خون کی کمی اور اعصابی کمزوری میں مفید بنادیتے ہیں۔ میتھی کے مسلسل استعمال سے بواسیر کا خون بند ہوجاتا ہے۔ یہ بات مشاہدات سے ثابت ہے کہ میتھی کھانے سے ذیابیطس کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔ میتھی کے بیجوں میں لعاب دار اجزاء آنتوں میں جلن گیس، پرانی پیچس اور معدے کے السر میں سکون دیتے ہیں۔ سردی کے موسم میں آدھا چھوٹا چمچ میتھی کھانے سے موسم کی اکثر بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔

خربوزہ اور انگور کے فوائد

نبی اکرم ﷺ کو تازہ پھلوں میں خربوزہ اور انگور زیادہ پسند تھے۔ آپ ﷺ خربوزہ روٹی، شکر اور بسا اوقات کھجور کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ جس چیز کو نبی اکرم ﷺ

پسند فرماتے ہوں اور اس چیز میں فوائد نہ ہوں یہ ممکن نہیں ۔ لہذا خربوزہ کے فوائد بے شمار ہیں اور بہت سی بیماریوں سے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔خربوزہ پیاس کی شدت کوکم کرتا ہے۔خربوزہ کھانے سے قبض ختم ہو جاتی اور معدہ کی خشکی کا خاتمہ ہوتا ہے۔یہ پھل دِل ودماغ کے لیے قوت بخش ہے اورگُردوں اور مثانے کے متعددامراض میں بہت زیادہ مُفید ہے بالخصوص مثانے کی پتھری سے نجات دلاتا ہے ۔اگر سر کی خشکی اور خارش ہو تو اس پھل کے استعمال سے سر کی خشکی اور خارش ختم ہو جاتی ہے۔خربوزے کے چھلکوں کا سُفوف سبزیوں کو جلدگلانے اور آٹے میں خمیر لانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔خربوزے کے تھوڑے سے بیج چھیل کر روزانہ کھالینے اور اوپر سے پانی پی لینے سے گُردے کے دَرد میں راحت ملتی ہے۔حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو انگور کے خوشے اس طرح تناول فرماتے ہوئے دیکھا کہ (چھوٹا سا) خوشہ منہ میں لے کر دانے توڑے اور تنکوں کو باہر کھینچ لیتے۔انگور انتہائی لذیذ اور بے مثال قوت بخش پھل ہے۔ انگور میں کاربوہائیڈریٹس پروٹین وٹامن اے وٹامن سی کیلشیم اور آئرن پائے جاتے ہیں جو انسانی صحت کیلئے بہت مفید ہوتے ہیں، یہ ہر عمر کی خواتین کی توانائی کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ یہ جسم میں تازہ اور صاف خون پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔اس کا رس نہ صرف معدے کی رطوبت کو مزید ہاضم بناتا ہے بلکہ نظام انہضام کے بعد خون میں شامل ہو کر خون کو صحت مند بھی بناتا ہے۔انگور کا رس آدھے سر کے درد اور معدے کی بیماریوں، تپ دق یا قبض، کھانسی، جسم کی کمزوری، خون کی کمی اور دیگر امراض کے لیے بہت مفید ہے۔

☆☆☆☆☆

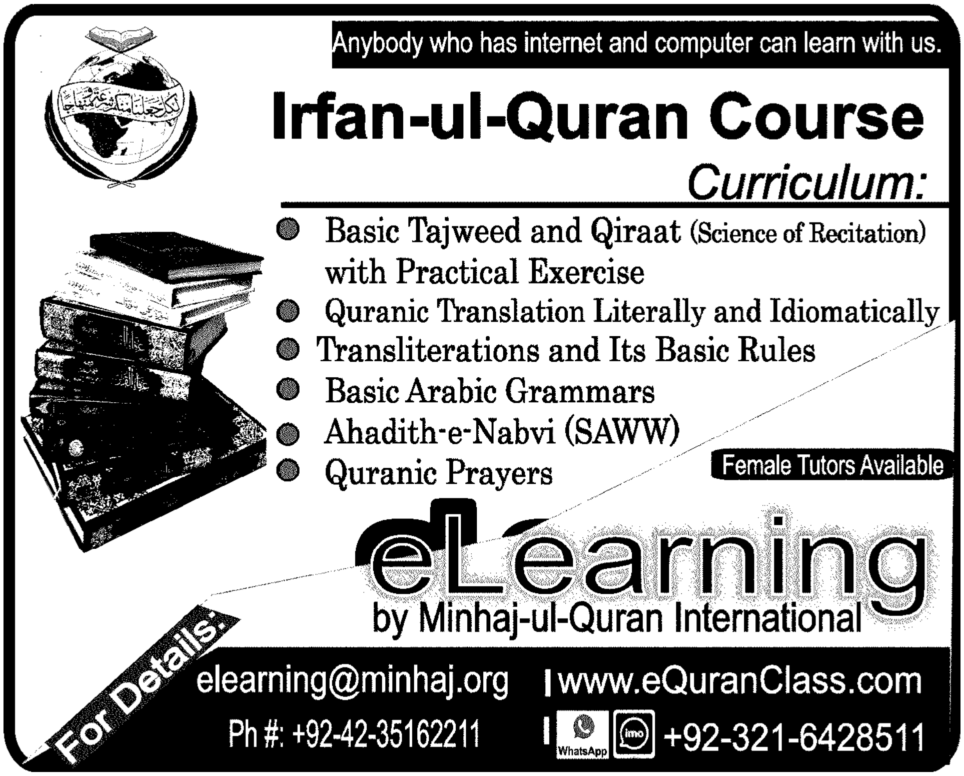

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

مریم نواز فوج اور عدلیہ کے خلاف اپنی تخریب کاری بند کر دیں

مریم نواز کو آج تک ماڈل ٹاؤن میں ظلم کا نشانہ بننے والی خواتین کے حق میں بولنے کی توفیق نہ ہوئی۔

پاکستان عوامی تحریک ویمن لیگ کی مرکزی صدر فرح ناز نے کہا ہے کہ مریم نواز نے اپنی سیاست کا آغاز عدالت اور قومی اداروں کی توہین اور ان کے خلاف سازشوں سے کیا۔ ان کے والد جس مقام پر 35 سال بعد پہنچے مریم بی بی نے اداروں کی توہین کا وہ ''رتبہ'' ابتدائی دنوں میں ہی حاصل کر لیا۔ مریم نواز کرپشن کیسز میں نیب کو مطلوب ہیں اور یہ نیب انہی کے والد جنہیں سپریم کورٹ کے پانچ ججوں نے متفقہ طور پر نااہل قرار دیا کا بنایا ہوا ہے، انہوں نے کہا کہ مریم نواز فوج اور عدلیہ کے خلاف اپنی تخریب کاری بند کر دیں اور احتساب عدالت میں رسیدیں اور صفائی دیں، شریف خاندان کرپشن کرنے اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے سیاست سے آؤٹ ہو چکا ہے، بہت جلد کرپشن کیسز کے فیصلے اس پورے خاندان کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے کھڑا کر دینگے۔

انہوں نے کہا کہ مریم نواز کے والد نواز شریف چچا شہباز شریف ماڈل ٹاؤن میں 14 شہریوں کو قتل کرنے کے نامزد ملزم ہیں جن میں دو خواتین بھی تھیں، مریم کو آج تک ان دو خواتین کے ساتھ ہونے والے ظلم کی مذمت کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی وہ کس عوامی ہمدردی، خدمت اور انسانیت کی بات کرتی ہیں؟

عوامی تحریک کی رہنماؤں افنان بابر، عائشہ مبشر، زینب ارشد اور آمنہ بتول نے کہا کہ ہم مریم نواز کے اداروں کی تذلیل پر مبنی رویے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہیں اور مطالبہ کرتی ہیں کہ مریم نواز جو وفاق اور پنجاب حکومت کے وسائل پر انتخابی مہم چلا رہی ہیں کو لاقانونیت کو فروغ دینے سے روکا جائے اور نیب انہیں گرفتار کرے۔ خواتین رہنماؤں نے کہا کہ مریم نواز نیوز لیکس سکینڈل کا مرکزی کردار ہیں انہوں نے وزیراعظم ہاؤس میں بیٹھ کر افواج پاکستان کے خلاف گھناؤنی سازش کی۔ اب عدلیہ کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہی ہیں۔ پاکستان جاتی امراء کی جاگیر نہیں ہے کہ ان کے دل میں جو آئے کر گزریں۔ انہوں نے کہا کہ مریم نواز کی اپنی کیا اخلاقی حیثیت ہے کہ وہ میڈیا پر کہتی ہیں کہ میری پاکستان میں کوئی جائیداد ہے اور نہ پاکستان سے باہر اور پھر ثابت ہوا کہ وہ اندرون اور بیرون ملک اثاثہ جات کی مالک ہیں، انہوں نے کہا کہ پاکستان کے عوام اتنے معصوم نہیں ہیں کہ وہ ایک کرپٹ اور جھوٹے خاندان کی جعلی سیاست اور دعوؤں پر یقین کر لیں گے۔

سیالکوٹ: برما میں ظلم وستم کیخلاف عوامی تحریک ویمن ونگ کا مظاہرہ

عوامی تحریک ویمن ونگ سیالکوٹ نے 8 ستمبر 2017ء کو برما کے مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ظلم وستم کے خلاف علامہ اقبال چوک سیالکوٹ میں احتجاجی مظاہرہ کیا۔ ریلی میں ویمن ونگ کی ضلعی صدر محترمہ منور، ضلعی ناظمہ حافظہ نازیہ اور تحصیل سیالکوٹ، تحصیل سمبڑیال، تحصیل پسرور شمالی کی ذمہ داران وخواتین اور کارکنان نے بھی احتجاج میں بھرپور شرکت کی۔ ضلعی ناظمہ حافظہ نازیہ نے ویمن لیگ کی نمائندگی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی برمی مسلمانوں کیلئے کیے گئے اقدامات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ برما کے مظلوم مسلمانوں کے مسائل کو عالمی سطح پر اٹھائے اور برما

سے احتجاجا سفارتی تعلقات ختم کرے۔ اس موقع پر مظاہرین نے پلے کارڈ اور احتجاجی بینر اٹھا رکھے تھے، جن پر برما میں مسلمانوں کے حق میں نعرے اور مطالبات درج تھے۔

جمعہ کے روز عوامی تحریک کے قائد ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ہدایت پر لاہور، اسلام آباد، ملتان، پشاور، کوئٹہ، خضدار، کراچی، فیصل آباد، لاڑکانہ، سکھر، ڈیرہ اسماعیل خان، مظفر آباد، کوٹلی، بھمبر، گلگت سمیت اضلاع، تحصیل اور ٹاؤن کی سطح پر 114 شہروں میں روہنگیا مسلمانوں کے حق میں احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔

اسلام آباد

منہاج القرآن ویمن لیگ اسلام آباد کے زیرِ اہتمام تنظیمی تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں NA-48 اور NA-49 کی ضلعی اور تحصیلی عہدیداران نے شرکت کی۔ محترمہ عذرا اکبر کوآرڈینیٹر اسلام آباد، راولپنڈی اور انیسہ قادری مسرت سلطانہ مسز شبیر اور مسز جمشید نے اپنی تنظیمات کے ساتھ شرکت کی۔ مرکزی وفد میں مرکزی ناظمہ افنان بابر زونل ناظمہ شمالی پنجاب ارشاد اقبال اور زونل ناظمہ جنوبی پنجاب میمونہ شفاعت شامل تھیں۔

MSM کی ادبی ورکشاپ

MSM سسٹرز مصطفوی سٹوڈنٹ موومنٹ کی ایک ضلعی (لٹریری سوسائٹی) اور MSM سسٹرز راولپنڈی اور اسلام کے زیر اہتمام ''جشن تخلیق پاکستان، اقبال اور ہم'' کے نام سے ایک تقریب کا اہتمام کیا گا۔ جس میں سفیر ایران شہاب الدین درائی ڈائریکٹر خانہ فرہنگ، اکرم زکی فارمز فارن منسٹر، جنت الفردوس ڈائریکٹر الفردوس ویلفیئر ٹرسٹ اور دیگر مذہبی و سماجی اور سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ اس میں MSM کا تعارف پیش کرتے ہوئے سارہ عروج نے کہا MSM کے زیر اہتمام اس نسل کی چوکھٹ مصطفیٰ ﷺ تک رسائی ممکن ہے صدر لٹریری سوسائٹی آمنہ مغل نے اپنی سوسائٹی کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام کے انعقاد کا مقصد پاکستان کی نوجوان نسل میں اقبال کا خواب اور قائداعظم کے نظریہ کو روشناس کروانا ہے۔ شہاب الدین درائی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم پاکستانی قوم کو سلام پیش کرتے ہیں اور MSM سسٹرز کا جذبہ حب الوطنی کو قابل تحسین قرار دیا۔

MSM کی تربیتی ورکشاپ

شیخوپورہ کی تحصیل خانقاہ ڈوگراں میں MSM سسٹرز کے زیر اہتمام روشنی کی تلاش کے نام سے ہفتہ وار تربیتی سیشن کا انعقاد کیا گیا۔ جس کا دورانیہ 2 ماہ پر مشتمل تھا۔ اس سیشن کے اختتام پر ایک خوبصورت تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی صدر ایم ایس ایم سسٹرز (پاکستان) اقراء یوسف جامی اور مرکزی ناظمہ تربیت کلثوم قمر نے خصوصی شرکت کی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی صدر MSM سسٹرز نے کہا کہ آج کی نوجوان نسل ہی کل کے مضبوط مستقل کی ضمانت ہے۔ مگر افسوس آج کی یہ نسل اپنی معمولات میں الجھ کر رہ گئی۔ مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ سسٹرز اس عزم کے ساتھ میدان عمل میں ہے کہ ہم آج کی نوجوان نسل بالخصوص طالبات کو ان کے تابناک مستقبل سے روشناس کروائیں گے۔ تقریب میں صدر خانقاہ ڈوگراں محترمہ طیبہ اور ناظمہ ایم ایس ایم ندا نے رپورٹ پیش کی۔ اختتام میں مرکزی ناظمہ تربیت کلثوم قمر نے دعا کروائی۔ ☆☆☆☆☆

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے سلسلہ میں جسٹس باقر نجفی کی رپورٹ اشاعت کیلئے منہاج القرآن ویمن لیگ کا مظاہرہ

منہاج القرآن ویمن لیگ (ایگرز) کے زیر اہتمام عیدالاضحیٰ کے موقع پر بچوں میں تحائف کی تقسیم

منہاج القرآن ویمن لیگ (راولپنڈی) کے زیر اہتمام تربیتی ورکشاپ

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
OCT-2017
LAHORE
Regd CPL No.45

شیوخ الحدیث، علماء کرام، علومِ اسلامیہ کے پروفیسرز اور جامعات کے طلبہ وطالبات کیلئے

سہ روزہ

دورہ علوم الحدیث

حُجَّۃُ المُحَدِّثِین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

(بانی وسرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن)

ارشاد فرمائیں گے

علم انواع ومصطلحات الحدیث	قواعد الجرح والتعدیل	علم طبقات الرجال
علم مراتب کتبِ الحدیث	دیگر ضروری فنی مباحث واحکام	

ان شاءاللہ پروگرام

7,8,9 اکتوبر 2017ء

ہفتہ، اتوار، پیر

روزانہ
پہلی نشست 12:00 تا 4:30 بجے
دوسری نشست 7:00 تا 9:30 بجے

بمقام
جامع المنہاج بغداد ٹاؤن (ٹاؤن شپ) لاہور

رجسٹریشن کی آخری تاریخ 4 اکتوبر 2017ء
رجسٹریشن فیس مبلغ -/500 روپے

اپنی علاقائی تنظیم یا مرکزی دفتر علماء کونسل میں رجسٹریشن کروائیں۔

نوٹ: شرکاء کو علوم الحدیث کی اسناد بھی دی جائیں گی۔

منہاج القرآن علماء کونسل

0300-4468660 0304-4267903
0307-4792198 0300-9525969